

اسلام میں موسیقی اور غناء کا حکم

مؤلف

سید ظفر مہدی نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



اسلام میں موسیقی اور غناء کا حکم

مؤلف

سید ظفر مہدی نقوی

کتاب کا نام : اسلام میں موسیقی اور غناء کا حکم
مؤلف : سید ظفر مہدی نقوی
ناشر : زہراء(س) اکادمی
اشاعت : اوّل، ۲۵ ذی القعدۃ ۱۴۲۱ ھ ق، فروری ۲۰۰۱ عیسوی
تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰)
طباعت : سید الشہداء پریس

عرض ادب

عرض ادب

تمام تعریفیں اس ذات سے مخصوص ہیں جس کے احسانات کا شکر ادا کرنا اس کے برگزیدہ ترین بندوں کے بس میں بھی نہیں! اس کی نعمتوں اور رحمتوں کا شکر بس یہی ہے کہ تمام ہتھیار ڈال کر اپنی کمزوری اور بے بسی کا اقرار کرلیا جائے اور اس کے حضور میں گھٹنے ٹیک کر خضوع وخشوع سے سر تسلیم خم کردیا جائے۔ کانپتے ہاتھ اس کی بارگاہ میں پھیلے ہوئے ہوں اور لرزتے ہوئے لبوں پر یہی التجا ہو:

ربنا اغفر لی و لوالدی و للمومنین یوم یقوم
الحساب رب ارحمهما کما ربیانی صغیراً

اے ہمارے پروردگار! میری، میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی روز حساب مغفرت فرما۔ پالنے والے! میرے والدین پر اپنی خاص رحمتیں بھیج جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن ہی سے پالا پوسا اور اپنی شفقتوں اور

محبتوں کو مجھ پر نچھاور کیا۔

والدین کے مقام و مرتبہ پر قلم اٹھانا دریا کو کوزہ میں بند کردینے کے مترادف ہے۔ والدین ہی انسان کی شخصیت، اس کے کردار اور اس کی تربیت کی بنیاد میں پہلی اینٹوں کو چنتے ہیں، وہی بنیاد اور وہی اینٹیں جن کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

خشت اوّل گر نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

چونکہ انسان کی شخصیت اور کردار کا دارومدار اس کی ابتدائی تربیت پر ہے لہٰذا اس کے تمام اعمال کا سہرا بھی اس کے ابتدائی مربیوں کو ہی جاتا ہے اسی لئے ہر انسان کو حکم ملا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ احترام سے پیش آئے اور ان کے مقام و مرتبہ کا خاص خیال رکھے، حتیٰ ان کی طرف سے اگر کوئی اذیت بھی پہنچے تو ''اف'' تک کہنے کا حق نہیں ہے، اسے چاہیے کہ جس طرح اس کے والدین نے اس کا پوری طرح خیال رکھا اور اس کی تربیت میں اپنی پوری توانائیاں صرف کی ہیں، یہ بھی اپنے تمام کاموں میں ان کو یاد رکھے، اگر وہ بقید حیات ہیں تو ان کی دعائیں لے اور اگر اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں تو ان کو اپنے اعمال کے ثواب میں شریک رکھے۔

اسی سنگین ذمہ داری کے احساس تلے انسان کی نگاہیں ہمیشہ اپنے پروردگار کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے والدین کے سامنے جھکی رہتی ہیں اس کے کاندھے اگر اس عظیم بوجھ کو اٹھانے میں کامیاب ہو جائیں اور اسے اس کامیابی کی سند والدین کی رضامندی اور دعاؤں کی صورت میں مل جائے تو پھر خداوند عالم اس کو وہ قدرت دے دیتا ہے جس کے مقابلہ پر کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی اور انسان انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اپنی منزلوں کو پھلاندتا چلا جاتا ہے۔

اس سند کی اہمیت کو نظر میں رکھتے ہوئے اپنی اس حقیر سی کاوش کو ان تمام والدین کے نام کرتا ہوں جو اپنے بچوں کی صحیح تربیت کے لئے کوشاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ انہیں اس مقدس اور عظیم ذمہ داری کو اس طرح انجام دینے کی توفیق دے کہ ان کے بعد یہی بچے اپنی اولادوں کی مزید بہتر طور پر تربیت کرنے کے قابل بن جائیں (آمین).

اس مکتوب کی تکمیل میں چند ہستیوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے لہٰذا میں یہاں پر فرداً فرداً ان سب کا شکریہ ادا کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں اگر چہ شکریہ کے یہ چند الفاظ ان کی زحمتوں اور احسانات کا بدلہ نہیں بن سکتے۔

میں خاص طور پر اپنے محترم استاد جناب آیت اللہ سید حسین مرتضیٰ نقوی صاحب

کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے افکار و نظریات کو میرے سامنے بہت فراخدلی سے پیش کیا، اپنی رہنمائی کے چراغ کو بر وقت روشن رکھا اور اپنے بہترین اوقات کو اس کام کے لئے وقف کیا۔ اسی طرح محترم استاد اور محقق جناب حجت الاسلام والمسلمین شیخ سامی الغریری صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے براہ راست اس کام پر نظارت فرمائی، قدم قدم پر اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور فنی غلطیوں کی اصلاح فرمائی۔ میں زہراء(س) اکادمی کے چیئرمین جناب حجت الاسلام والمسلمین مولانا شبیر میثمی صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے اس مکتوب کو جلد از جلد قارئین تک پہنچانے کے لئے مسلسل تشویق اور ہمت افزائی کی اور اکادمی کے دوسرے محققین کی طرح مجھے بھی یہ موقع فراہم کیا کہ آزادیٔ فکر کے ساتھ اس کام کو یہاں تک پہنچا سکوں۔ اس کے علاوہ میں جناب حجج الاسلام والمسلمین مولانا حیدر عباس عابدی، مولانا سجاد مہدوی اور مولانا مجیر میثمی صاحبان کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ جنہوں نے اس کام کو سراہتے ہوئے مختصر مدت میں کمپوزنگ سے لے کر طباعت تک کے مراحل طے کروائے۔

آخر میں، میں اپنے پروردگار کے حضور خضوع و خشوع کے ساتھ دعا گو ہوں کہ ان تمام حضرات کو اپنی اپنی زندگیوں میں بے شمار کامیابیوں سے

نوازے اور مجھے مزید توفیق دے کہ ان کی زحمتوں کا پاس رکھتے ہوئے، اپنی ذمہ داریوں کو بخیر و خوبی انجام دے سکوں۔ (آمین)

والسلام علیکم

سید ظفر مہدی نقوی

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ ق

صدائے دل

صدائے دل

از

استاد محترم فقیہ بارع سید حسین مرتضیٰ مدظلہ العالی

اللہ کے پاک و پاکیزہ نام سے، اس کے حضور اس کے شایان شان نہ ختم ہونے والی پائیدار حمد و ثناء اور اُس کے سایہ ہائے رحمت رسول وآل رسول علیہم الصلواۃ والسلام پر ابدی درود وسلام کا ہدیہ و نذرانہ پیش کرتا ہوں۔

زیر نظر کتاب غناء اور موسیقی پر میرے ایک انتہائی عزیز ومحترم بھائی اور شاگرد کی تحقیقی واجتہادی کاوش ہے۔ برادر ارجمند حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا ظفر مہدی نقوی سلمہ عصر حاضر کے روشن دماغ، جواں سال، مسلم الثبوت اور قدرتمند محقق و مجتہد و مفکر ہیں، اور اس بات کی شہادت خود ان کا یہ مقالہ بھی بھرپور انداز میں دے رہا ہے۔

اجتہاد کا عمل ہر دور میں اسلام کے پوشیدہ حقائق سے پردہ اٹھانے،

قرآن و حدیث میں چھپے ہوئے مفاہیم کو عقل انسانی کے ارتقاء و تکامل کے شانہ بشانہ عیاں اور واضح کرنے، مختلف ادوار میں اسلامی احکام و معارف پر ثقافتی، سیاسی اور فکری یورشوں کے نتیجہ میں پڑی ہوئی گرد و خاک ہٹانے نیز افکار و احکام اسلامی و قرآنی کو ہر دور میں اس کے جوانوں کی زبان میں بیان کرنے کے عمل کو اس کی بھرپور توانائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ زندہ اور متحرک رکھنے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری صدی مسلمان مفکرین و محققین میں اجتہاد و ابتکار فکر و عمل کی نشأۃ ثانیہ اور تجدید حیات کی صدی کے عنوان سے ابھرتی ہوئی نظر آرہی ہے۔

چنانچہ اس دور میں ایک طرف تو مصادر اسلام یعنی قرآن و حدیث کے فکری و علمی مفاہیم و معانی تک رسائی کی رفتار، کیفیت اور کمیت میں ہر پہلو سے تیزی اور سرعت پیدا ہوئی ہے۔ دوسری طرف ان کو سمجھنے، ان کے مفاہیم کی اصالت اور گہرائی تک پہنچنے اور پھر اسے عصر حاضر کی زبان میں بیان کرنے کے عمل میں بھی شگفتگی، جدت و حسن و جمال پیدا ہوا ہے۔ تیسری جانب مفکرین و مجتہدین اسلام میں معارف و احکام اسلام و قرآن کو سمجھ کر ان کے اظہار کی قوت و طاقت اور شجاعت و شہامت بھی پیدا ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے بہت سی ایسی باتیں جو معاشرتی، سماجی اور اخلاقی ناموں پر بناوٹی مشکلوں اور مبہم رکاوٹوں کے سبب نا قابلِ اظہار و بیان سمجھی جاتی تھیں آج کے انسانی معاشروں میں انہیں سننے، سنانے، سمجھنے، سمجھانے اور ان پر غور کرنے کی قوت پیدا ہوگئی ہے۔ البتہ جن معاشروں میں ابھی تک تبدیلی پیدا نہیں ہوئی ہے ان معاشروں کے ذمہ دار محققین و مفکرین اس فکری، عقلی، معاشرتی، سماجی اور اخلاقی بیداری کو پیدا کرنے کے لئے بھرپور کوششیں کررہے ہیں۔

اسی پس منظر میں ہمارے جواں سال اور نوخیز مفکر و مجتہد نے غناء اور موسیقی یعنی گانے بجانے، سُر الاپنے اور انسانی آوازوں نیز آلات سے نکلی ہوئی حسین و جمیل دُھنوں کے ذریعہ عقل و فکر انسانی کے تکامل و ارتقاء کے بارے میں اسلام و قرآن کے مؤقف کو خوب اچھی طرح سمجھ کر آیات قرآنی، احادیث نبویؐ، تعلیمات اہلبیت اطہار علیھم السلام نیز فقہاء و علماء اسلام کے فتاویٰ و نظریات کے عمیق مطالعہ کے بعد انتہائی مدلل، منظم، خوبصورت اور ابتکاری انداز میں ماضی اور حال کے اجتہادی اور تحقیقی ضوابط کے مطابق اپنی بھرپور اجتہادی قوتوں کو استعمال کرکے، اسلام اور قرآن کے مؤقف کو دوٹوک انداز میں نسل جدید کے محققین و مفکرین و مجتہدین کے سامنے نقد و نظر

کے لئے پیش کیا ہے۔

میں ان کو اپنی اور اپنے دور کے تمام حق پسند مفکروں اور مجتہدوں کی جانب سے ان کی اس قابل قدر اور پختہ کاوش پر تحسین و آفرین کہتا ہوں، نیز

آئندہ نسل کے مفکروں اور مجتہدوں کو جو آج جوانی کے آغاز اور تحصیل علم و فضل کے عنفوان میں ہیں اس بات کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ اس مقالہ کا گہرا مطالعہ کریں اور اس میں موجود تحقیقی روش، فکری انداز، استدلالی قوت اور اظہار رائے کے موقع پر بزرگوں کے افکار کے تجزیہ و تحلیل و تردید کے مؤدبانہ انداز نیز ٹھوس علمی و فقہی مضامین کو آسان اور سلیس انداز، لہجہ اور زبان میں پیش کرنے کے اسلوب کے سمجھنے، اس کے مطابق آگے بڑھنے اور اس کاوش کو عام کرنے اور مزید سنوارنے کی کوشش کریں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور میری دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے مصنف نیز زہراء (س) اکادمی کے تمام مفکرین و محققین و مجتہدین خصوصاً اکادمی کے جواں سال رئیس حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ فقیہ شیخ شبیر حسن میثمی سلمہ نیز عالم اسلام کے تمام صالح اور محنتی علماء و مفکرین و مجتہدین کی ہمتوں، جولانیوں اور افتاد طبع میں اضافہ فرمائے، انہیں نئے فکری آفاق اور علمی میدانوں سے

روشناس کرائے نیز انہیں نئی نسلوں کے لئے بہترین نمونۂ فکر و عمل بنا کر صحت و سلامتی فکر و جسم و ایمان کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے لمبی لمبی لیکن کارآمد عمریں مرحمت فرمائے۔

آمین بحق محمد و آلہ الطاهرین

سید حسین مرتضی

مؤسس و سرپرست

زهراء (س) اکادمی پاکستان

۲ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

موسیقی کے ساز اور انسانی نفسیات

موسیقی کے سازاور انسانی نفسیات

موسیقی اپنے خوبصورت نغموں کے سبب ایک خاص کشش کی حامل ہے، اس کے ساز کی تاروں سے نکلنے والی ہوشربا سریں اور راگ دلوں کی دھڑکنوں تک میں سرایت کر کے ان میں آہنگ ایجاد کر دیتے ہیں۔ ہر ذی نفس اس کا مشتاق ہے، ہمارے دل بھی قدرت کی عطاء کی ہوئی طبیعت کے سبب اس کی طرف مائل ہیں، اور اس سے دوری اختیار کرنے کو ہم طبیعت کے ان امور سے دوری سمجھتے ہیں جن کی طرف رغبت خود طبیعت میں موجود ہے، یا جن کے لئے اس کو خلق کیا گیا ہے۔

جناب علامہ محقق سید ظفر مہدی نقوی صاحب نے موسیقی جیسے اہم اور ابہام کے شکار موضوع پر قلم اٹھا کر میرے خیال میں ایک عظیم سمندر میں غوطہ زنی کے لئے کمر ہمت باندھی ہے اور اس کی بپھری ہوئی موجوں اور عمیق منجدھاروں سے نمٹنے کے لئے صبر کا دامن مضبوطی سے تھاما ہے تاکہ اس کی اتھاہ گہرائیوں میں موجود صدف کا کلیجہ چیر کر بیش بہا موتی اور جواہر جمع کریں اور آخرکار ''موسیقی اور غناء'' کی ایک صحیح اور واضح صورت پیش کریں۔ قارئین ان سے کسی رائے میں اختلاف رکھتے ہوں یا اتفاق، یہ اتنا اہم نہیں جتنی اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم ''انصاف'' سے کام لیں، خالص علمی طریقوں سے جانیں، صحیح فہم کی کسوٹی پر پرکھ کر سمجھیں، دلیل کے ذریعہ قانع ہوں اور برھان سے اتفاق کریں خدا رحمت کرے اس شاعر کو، کیا خوب کہا ہے!

اختلاف الر أي لا يفسد للود قضية !

آراء میں پایا جانے والا اختلاف محبتوں میں کمی کا باعث نہیں ہوتا۔

علماء اور ماہرین نے اس فن کی تکمیل اور تکامل کے لئے بہت کام کیا ہے۔انہوں نے اس کے مختلف جہت اور جوانب کو نظر میں رکھ کر ثابت اور مستحکم قوانین بنائے ہیں، جیسے اس کے اندر موجود فنی اور تکنیکی امور اور طبیعت کی اس کی طرف رغبت ور جحان، یا قرائت و تجوید کو بہتر سے بہتر بنانا، یا اس پر لاگو ہونے والا شرعی حکم تا کہ حق کا چہرہ نمایاں ہو سکے اور لوگ اپنے مبدأ اور خالق کی طرف توجہ اور اشتیاق پیدا کر سکیں۔

قدامت کے لحاظ سے موسیقی کی ابتدا کو معین نہیں کیا جاسکتا، صرف تاریخ میں موجود قدیم افسانوں اور قصوں کے ذریعہ ہی اس کے وجود کا کم از کم اس زمانہ میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شیثؑ کی اولادوں میں سے ''یرد'' یا ''یارد'' نامی شخص کی حکایت ہماری اس بات کی تائید کرتی ہے، اس کی روشنی میں ہمیں پتا چلتا ہے کہ موسیقی کی ایجاد کو حضرت ادریسؑ اور حضرت نوحؑ سے بھی پہلے کے وقت سے نسبت دی جانی چاہئے۔

اس حکایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک وقت ایسا آیا جب حضرت شیثؑ کی اولادوں نے اس عہد کو توڑا جس میں انہیں مقدس پہاڑ سے نیچے اترنے سے منع کیا

کیا تھا جہاں قابیل کی اولادیں آباد تھیں۔ان کے پہاڑ سے نیچے آنے کے سبب کوشیطان سے نسبت دی جاتی ہے کہ اس نے اپنے دو چیلوں کو منتخب کیا، ایک کو ''گانا'' سکھایا اور دوسرے کو ''بانسری بجانا''، ان کے لئے ستار، بین وغیرہ بھی بنائے ....ادھر''توبال'' نے جو قابیل کی اولادوں میں سے تھا دف وغیرہ بنائی ....اور پھر ان لوگوں نے دھوم دھڑ کے کے ساتھ گانا بجانا شروع کیا ....جب یہ آوازیں پہاڑ والوں تک پہنچیں تو ان میں سے تقریباً سو آدمیوں نے اس شور شرابے کا سبب جاننے کے لئے نیچے کا رخ کیا، ''یرد'' نے انہیں منع کیا لیکن انہوں نے اس کی بات پر کان نہیں دھرا اور نیچے اُتر آئے............ یہاں سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ موسیقی کی تاریخ بہت قدیم ہے، ہر قوم نے اسے اپنی اپنی سہولت، مزاج اور شعور کے مطابق مختلف انداز میں اپنایا ہے، کوئی قوم بھی اس سے بے بہرہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر عرب موسیقی کا سرچشمہ شعر اور اس کی گائیکی یا پھر اس کے شعری قطعوں میں موجود ربط و تناسب اور اس کے اوزان وعروض کے درمیان توازن وہم آہنگی ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ شعر اور غناء میں چولی دامن کا ساتھ ہے، اصل میں جب سے شعر کی ابتداء ہوئی ہے اسی وقت سے آوازوں میں اتار چڑھاؤ اور لحن پیدا کرنا بھی معمول رہا ہے، یہ غناء کی ایک ابتدائی صورت تھی پھر اوزان میں اضافہ اور

تکامل پیدا ہوا، آوازوں میں تنوع پیدا ہوا، یہاں تک کہ اس نے باقاعدہ غناء کی شکل اختیار کرلی۔ یہ سب کچھ شعری ادب میں ارتقاء اور تطورات کے نتیجہ میں ہوا، پرانے زمانہ میں ہمیں شعر صرف جنگوں میں اپنی بہادری کے قصیدوں اور گڈریوں کے گیتوں کی شکل میں ملتے ہیں، اس کے بعد اشعار کی بحروں میں ایک کے بعد ایک اضافہ ہوتا چلا گیا اور اشعار میں تنوع کے ساتھ ساتھ ان کی گائیکی کے انداز، نغموں اور آوازوں کے اتار چڑھاؤ میں بھی تبدیلی آتی چلی گئی .... اور جب وہ اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہا اور مسلسل فنی باریکیوں کا شکار ہوتا چلا گیا تو اس میں مختلف احتمالات نے بھی اپنی جگہ بنالی اور یکے بعد دیگرے متنوع آراء نے آنا شروع کردیا۔

محترم قارئین ملاحظہ فرمائیں گے کہ جناب علامہ محقق سید ظفر مہدی صاحب نے ان آراء کی تمام فروع کو اپنے مقالہ میں موضوع کے اعتبار سے مختلف شقوں کی صورت میں بہت محنت کے ساتھ بیان کیا ہے، مختلف علمی وثقافتی رسالوں، جریدوں اور انٹرنیٹ پر پیش کئے جانے والے مباحث سے موازنہ کرنے پر ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی پیشکش ہے۔

اس تحریر کے اختتام پر میں فقیہ بارع علامہ جناب سید حسین مرتضی نقوی صدرالافاضل کے ان الفاظ کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب ہم درس، مباحثہ، مطالعہ اور حقائق کی جستجو میں صبر سے کام لیتے ہیں تو حق کے اس نور کی تجلی کے مستحق ہو جاتے ہیں جس کی کوئی حد نہیں۔

سامی الغریری

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

مقدمہ

مقدمہ

آج جب ہم اپنے معاشرہ پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ ہمیں بے شمار اجتماعی، ثقافتی، اخلاقی، سیاسی، اقتصادی .... مسائل میں گھرا ہوا نظر آتا ہے۔ ان مسائل میں غور وخوض کے بعد ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا سرچشمہ، قوم کی اپنے دین کے بارے میں کم علمی اور عدم توجہی ہے!! دین مبین اسلام میں علم وآگاہی کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں، انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی لوگوں کی تعلیم وتربیت بتایا گیا ہے:

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم
یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و
الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (۱)

ترجمہ:

''وہ (اللہ ہی کی ذات ہے) جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک کو (اپنا) رسول مقرر فرمایا تاکہ وہ ان کے لیے خدا کی (بھیجی ہوئی) نشانیوں کو بیان کرے اور ان کو برائیوں سے نجات دلائے

اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اگر چہ کہ وہ لوگ پہلے ہی سے گمراہی میں مبتلا تھے۔''

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسان کی فلاح اور تکامل صرف اور صرف اسلام کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کے ذریعہ ہی ممکن ہے، اسلام کے بتائے ہوئے اصول اور قوانین جاودانی ہیں لہٰذا ان سے ہر دور اور ہر جگہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ دین مبین اسلام کے پیرو کار ہونے کے ناطہ ہمارا فرض ہے کہ انبیاء اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم و آگاہی کی روشنی ہر طرف پھیلائیں اور قوم کو جہالت کے اندھیرے سے نکالیں۔

یاهل الکتاب قد جائکم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتٰب و یعفوا عن کثیرٍ قد جاء کم من الله نور و کتٰب مبین۔ یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام و یخرجهم من الظلمٰت الی النور باذنه و یهدیهم الی صراط مستقیم۔ (۲)

ترجمہ:

''اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا پیغمبر (محمدؐ) آچکا ہے جو کتاب (خدا)

کی بہت سی ان باتوں کو جنہیں تم چھپایا کرتے تھے، صاف بیان کردے گا اور بہت سی باتوں سے (عمداً) درگذر کرے گا۔ تمہارے پاس تو خدا کی طرف سے ایک (چمکتا ہوا) نور اور صاف صاف بیان کرنے والی کتاب (قرآن) آچکی ہے۔ جو لوگ خدا کی خوشنودی کے پابند ہیں ان کی تو اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور اپنے حکم سے انہیں (کفر کی) تاریکی سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے اور ان کو راہِ راست پر پہنچا دیتا ہے۔"

خداوندِ عالم نے انسان کو "عقل" اور عقل کو "اختیار" کی نعمت سے نوازا ہے تاکہ اس کے "صحیح" استعمال سے وہ اپنے تکامل کے مراحل کو گوار سکے، تکامل کے راستہ کی نشاندہی کے لیے ایک "قانون" کو آسمانی کتاب کی صورت میں پیش کیا اور اس کی تشریح و اجراء کے لیے اپنے خاص "نمائندوں" کو باقاعدہ ذمہ داری دے کر قوم میں بھیجا ہے۔ خلاصہ یہ کہ "عقل" کو اگر خداوندِ عالم کے بتائے ہوئے قوانین اور اس کے نمائندوں کی دی ہوئی وضاحتوں کے سایہ میں رہ کر استعمال کیا جائے تو کمال کی طرف بڑھا جا سکتا ہے اور ان سے بال برابر انحراف انسان کو ترقی و تکامل کی شاہراہ سے ہٹانے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ قدم قدم پر دین کی رہنمائی سے استفادہ کرتے رہیں اور ہر مسئلہ میں دین مبین اسلام کی

رائے کو بنیاد بنا کر عمل کے مرحلہ میں وارد ہوں۔

اپنے مقالہ میں ہم نے اسی مقصد کے تحت آج کے دور کے ایک اہم اور عمومی مسئلہ کو اسلامی نقطۂ نظر سے واضح کرنے کے لیے قدم اٹھایا ہے۔ ''موسیقی اور غناء'' کے عناوین آج ہمارے لئے کسی تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم سب نے ان الفاظ کو بے شمار مرتبہ سنا اور استعمال کیا ہے اور ہمارے ذہنوں میں ان کی ایک فنی نہیں تو معمولی تعریف ضرور موجود ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہمارے لئے نئی نہیں ہے کہ ہمارے یہاں عام طور پر ایک طبقہ اس فن کے بارے میں مثبت رائے نہیں رکھتا اور اس کی طرف سے زبردست مخالفت موجود ہے۔ دوسری طرف معاشرہ میں ایک طبقہ ایسے افراد کا بھی پایا جاتا ہے جو ''روشن فکر'' کہلاتے ہیں، ان کی طرف سے اس فن کی حمایت ہوتی ہے اور یہ لوگ جدید دنیاوی مبانی کے مطابق اپنے دلائل کو پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں ان دو محترم طبقوں کے افراد کی آراء میں ٹکراؤ پایا جاتا ہے۔ تیسری طرف وہ لوگ ہیں جو اس مسئلہ میں مبتلا ہیں۔ انہیں اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے ایک ٹھوس اور قابلِ عمل رائے چاہیے۔ عوام کے اس مسئلہ کے حل کے لئے علماء نے کافی قابلِ قدر کوششیں کی ہیں اور بڑی

تعداد میں کتابیں اور مقالات لکھے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کی زحمات یقیناً قابلِ تحسین اور مستحق ثواب ہیں۔

اس مقالہ میں ہماری کوشش ہے کہ فقہی نقطۂ نظر سے اس موضوع پر روشنی ڈالیں اور ان افراد کا ہاتھ بٹائیں جو قوم کو دینی مفاہیم اور معارف سے روشناس کرانے کے لئے جدو جہد میں مصروف ہیں۔ خداوندِ عالم سے دعا ہے کہ وہ اس کارِ خیر میں اپنی خاص عنایات کو نازل فرمائے اور اس میں موجود لغزشوں سے درگذر فرمائے۔ (آمین)

غناء

غناء

غناء روزمرّہ کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ کے عنوان سے فقہاء کے درمیان بحث کا موضوع رہا ہے اور انہوں نے اس کی کبھی مستقل طور پر اور کبھی غیر مستقل طور پر وضاحت کی ہے۔ فقہاء کے تألیفات میں اس موضوع کو "المکاسب المحرمۃ" کی بحث کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ اس عنوان کے تحت فقہاء نے غناء کو ''حرام فعل'' شمار کیا ہے اور حرام کام کے ذریعہ کسب معاش کو حرام قرار دیتے ہوئے اس پر بحث کی ہے کہ خود غناء جو مکلفین کے افعال میں سے ایک ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے سننے اور سنانے والوں پر کیا حکم لاگو آتا ہے؟ اس کو سیکھنا اور سکھانا کیسا ہے؟ غناء کی محفل میں حاضر ہونے کا کیا حکم ہے؟ مغنیوں کی تجارت، مغنیہ کنیزوں اور مغنی غلاموں کی خرید و فروخت، غناء کے آلات کا بنانا، ان کا استعمال، ان کی خرید و فروخت .... ان سب موارد پر بہت تفصیل سے بحث کی گئی ہے، ہم نے غناء اور موسیقی کو اپنی گفتگو میں ایک مستقل عنوان دیا ہے تا کہ تفصیل سے

ان فقہی مسائل پر روشنی ڈالی جاسکے جو ہر روز سب کو پیش آتے رہتے ہیں اور نت نئے سوالات کے ابھرنے کا سبب بنتے ہیں۔ پس قارئین کے لئے واضح رہے کہ ہمارا موضوع موسیقی اور غناء پر لاگو ہونے والے فقہی احکام پر مبنی ہے اور اس کا اس فن سے مربوط دوسرے امور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

غناء کی تاریخ

غناء کی تاریخ

ماضی میں غناء کی جڑوں کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں ماقبل تاریخ کے دور میں جانا پڑے گا کہ جب انسان نے اس فن کو اپنے حزن و سرور پر مبنی احساسات کے بیان کا ذریعہ بنایا۔ شروع میں یہ فن ایک منظوم کلام کی صورت میں تھا جس سے سوار اپنی سواریوں کو بہتر چلانے کے لئے، مسافر اپنے طویل سفر کی طوالت کا احساس اور بوریت دور کرنے کے لئے، کسان کھیتوں میں کام کرتے وقت اپنی تھکن کو اتارنے کی خاطر، چرواہے اپنے گلہ کی رہنمائی کے لئے، شادی بیاہ کی محافل میں خوشی کے اظہار کے لئے، بزرگ و عالی مقام شخصیتوں کے استقبال کے وقت اور عاشق چاندنی راتوں میں محبوب کی یاد میں ستاروں سے سرگوشی کے لئے استفادہ کرتے تھے۔ اس موقع پر اس فن کے استعمال میں ''لہو'' کا عنصر شامل نہیں تھا، لیکن جب حکومتیں قائم ہوئیں اور امراء و حکام عیش و عشرت کی دنیا میں غرق ہو گئے تو اس فن کا ایک نیا دور شروع ہوا جو لہو ولعب کا تھا، جب ''بیوت الغناء'' (Singing House)

قائم ہوئے جہاں پر مجالس لہو ولعب منعقد ہوا کرتی تھیں، زندگی نے اپنا مقصد کھونا شروع کر دیا اور وقت جیسا عظیم سرمایہ ضایع ہونے لگا۔ پھر غناء آمدنی کا ایک ذریعہ بننا شروع ہوا یہاں تک کہ مغنیہ کنیزوں کی خرید وفروخت اور گانے کا فن ایک سودا اور تجارت اور ذریعۂ آمدنی بن گیا۔ خلاصہ یہ کہ معاشرہ میں صرف کسب مال، لہو یا زیادہ سے زیادہ طبیعت کی بے چینی کو دور کرنے کے لئے ہی غناء سے استفادہ ہونے لگا۔ "بیوت الغناء" ایک طرف سے ذریعۂ آمدنی اور دوسری طرف سے بیہودگی کے مراکز شمار ہونے لگے، حتیٰ کہ عام مجالس میں بھی غناء سے صرف لہو ولعب کے لئے استفادہ ہونے لگا۔

مورخین نے عالم لہو اور غناء کی دنیا سے متعلق، خاص طور پر اموی اور عباسی خلافتوں کے دور کے غناء اور لہو پر مبنی بہت سارے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ ان ادوار خلافت میں چونکہ غناء اور لہو کا چولی دامن کا ساتھ ہوا اسی لئے ہمیں اس موضوع سے متعلق روایات بھی انہی ادوار میں زیادہ ملتے ہیں، اس پس منظر کی روشنی میں ہمیں غناء کے مفہوم اور اس زمانہ میں اس کے مصادیق کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے اپنی کتاب ''تاریخ الاسلام'' میں "مجالس الغناء والطرب" کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''غناء اور موسیقی ظہور اسلام سے پہلے عربوں کے لئے کوئی اجنبی موضوعات نہیں تھے، ان کا آنا جانا قیصر وکسریٰ میں تھا جہاں پر وہ غناء کی فن آوریوں کا مشاہدہ کرتے تھے اور خود ان کے معاشرہ میں بھی یہ فن رائج تھا۔ جب دین اسلام ظہور پذیر ہوا تب بھی اہل عرب تلاوت قرآن اور اذان کے موقع پر اچھی آواز کے اثرات سے غافل نہیں تھے اور نقل ہوا ہے کہ رسول گرامیؐ نے بلال کو طلب کر کے اذان دینے کا حکم دیا کیونکہ ان کی آواز بہت ملائم اور جذاب تھی۔ یہ حالات اسی طرح خلفاء راشدین کے زمانہ تک قائم رہے جن کا اکثر وقت اسلام پھیلانے اور جہاد میں گزرا، یہاں تک کہ خلافت امویوں کے ہاتھ میں آئی، اس دور میں غزل کہنے والے شعراء نے بہت نام ونمود پیدا کیا، اس زمانے کے مشہور شعراء غزل میں ہمیں عمر بن ربیعہ اور قیس بن دریج کے نام واضح نظر آتے ہیں جن کے اشعار نے عام وخاص میں مقبولیت حاصل کی۔ اموی اور عباسی امراء نے اپنی مجالس کے نظام کو اہل فارس کے طور طریقوں کے مطابق ڈھالا۔ (۳)

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، جاحظ کی کتاب "التاج فی اخلاق الملوك" کے باب المنادمہ میں سے اردشیر بن بابک کے دور کا تذکرہ کرتے ہیں:

''وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنی محافل میں مصاحبین کے درجات معین

کئے اور انہیں تین درجوں میں تقسیم کیا۔ ان محافل کی ترتیب کچھ یوں ہوتی تھی کہ دربار میں حاضر ہونے والوں کے تین درجے تھے۔

ا۔ امراء، وزراء اور ان کی اولادیں پہلے طبقہ میں قرار پاتے تھے، یہ لوگ حاکم کے لئے لگائے گئے پردہ سے دس ذراع کے فاصلہ پر بیٹھتے تھے۔

۲۔ دوسرے طبقہ میں امیر کے دوست احباب اور اہل علم وشرف ہوتے تھے ان کا فاصلہ پہلے درجہ کے لوگوں سے دس ذراع کا ہوتا تھا۔

۳۔ اس طبقہ میں مسخرے، تالیاں بجانے والے اور شور شرابا کرنے والے افراد ہوتے تھے۔ البتہ ان میں بھی ایسے افراد کو جن میں جسمانی یا نسلی طور پر کوئی عیب پایا جائے، جگہ نہیں ملتی تھی حتیٰ کہ پست درجہ کے مشغلہ والے افراد بھی اس طبقہ میں شامل نہیں ہو سکتے تھے چاہے ان کے پاس علم غیب ہی کیوں نہ ہو، پہلے درجہ کے افراد کے حلقہ میں صرف ماہرین فن ہی حاضر ہو سکتے تھے اور تیسرے درجہ کے افراد کے درمیان صرف ڈھول باجہ اور آلاتِ موسیقی رکھے جاتے تھے، ماہر ساز بجانے والے صرف ماہر گانے والوں کے لئے ہی اپنے فن کا اجراء کرتے تھے۔ (۴)

شروع کے خلفاء اپنے فارغ اوقات میں شعراء کے قصیدے سنتے تھے، معاویہ، مروان، عبدالملک، ولید، سلیمان، ہشام، اور مروان بن محمد ان

محفلوں میں اپنے درباریوں کے سامنے حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہوتا تھا تا کہ اگر خلیفہ ترنگ میں آ کر کوئی الٹی سیدھی حرکت کر بیٹھے تو عام درباریوں کو پتا نہ چلے بلکہ صرف بہت ہی خاص اصحاب جو پردہ کے پیچھے اور خلیفہ کے ساتھ بیٹھتے تھے، انہی کو نظر آتا تھا کہ کیا ہوا! یعنی اگر پردہ کے پیچھے سے کوئی آواز آتی تھی یا حرکت ہوتی تھی تو پردہ کا ذمہ دار شخص فوراً مغنیہ کو روکتا تھا اور کوشش یہی ہوتی تھی کہ درباری یہی سمجھیں کہ خلیفہ کے اصحاب میں سے کوئی بے قابو ہوا ہے۔

یزید بن عبدالملک نے اپنی محفل کو گرمانے کے لئے خود درباریوں کے سامنے حاضر ہونا شروع کر دیا اور ان کو اجازت دی کہ آوازے کسیں اور ہنسی مذاق کا ماحول بنائیں۔ ولید بن یزید بھی اسی کے نقش قدم پر چلتا رہا، اس کے دور میں لوگوں نے موسیقی اور غناء کے لئے پانی کی طرح پیسہ بہایا، مشہور موسیقی دانوں اور مغنیوں کو دور دراز کے علاقوں سے دعوت دی جاتی تھی اور ان پر بے تحاشہ دولت خرچ کی جاتی تھی۔ (۵)

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے اپنی مذکورہ کتاب میں لکھا ہے:

''عباسیوں نے اپنی رفاہ کے تمام وسائل فراہم کئے ہوئے تھے اور ان کی زندگی بہت زیادہ شان و شوکت والی تھی، اسراف بہت زیادہ ہوتا تھا، ان

کے محل موسیقی دانوں اور مغنیوں سے بھرے ہوئے تھے۔۔۔۔۔خلیفہ ہادی غنا کا عاشق تھا۔اس کے نزدیکی مغنیوں میں ابن جامع، ابراہیم الموصلی، الزبیرا رحمان اور الغنوی کے نام واضح طور پر ملتے ہیں۔ابراہیم الموصلی اور اس کا بیٹا اسحاق بہت بڑے ادیب اور موسیقار گزرے ہیں، ابراہیم اپنے زمانہ میں اس فن کی تعلیم دیا کرتا تھا اور لوگ اپنی کنیزوں کو اس کے پاس تعلیم دلوا کر ان کی قیمتیں بڑھاتے تھے۔(۶)

مغنیوں کے مراتب اور درجات معین تھے اور ان کو اسی درجہ کے حساب سے اپنے فن کو اجراء کرنے کی اجازت حاصل تھی۔اگر کوئی مغنی کسی امیر یا خلیفہ کو اپنے فن سے متاثر کر دیتا تھا تو اس کا رتبہ بھی بڑھا دیا جاتا تھا۔(۷) خلفاء نے مغنیوں کی تشویق کے لئے بے تحاشہ دولت لٹائی ہے، ہارون رشید کا نام تحائف اور خلعتیں دینے میں سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔اس کے دربار کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ ایک دوسرے درجہ کے موسیقار سے بہت متاثر ہوا اور اس نے حکم دلوایا کہ اس سے کہو ابن جامع کا کلام سنائے، موسیقار نے حکم ماننے سے انکار کر دیا، خلیفہ کے درباری نے اس سے کہا کہ تم کیوں خلیفہ کی نافرمانی کر رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں دوسرے درجہ کا موسیقار ہوں ابن جامع پہلے درجہ میں تھا اگر میرا رتبہ بڑھا دیا جائے تو میں سنا سکتا

ہوں۔خلیفہ نے اس کا رتبہ بڑھادیا اور ایک بساط (قالین کا نفیس ٹکڑا) بھی تحفہ میں دی۔وہ بہت خوش ہوا، گھر میں آکر سب کو بتایا اور بساط بھی دکھائی اس کے بعد وہ باہر کسی کام سے گیا تو پڑوس کی عورتیں اس کی سادہ لوح ماں کے پاس مبارک باد دینے چلی آئیں۔اس سادہ لوح عورت نے خوش ہو کر اس بساط کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تمام عورتوں میں تقسیم کر دیا اور ایک بڑا ٹکڑا بچا کر رکھ لیا۔ جب موسیقار گھر واپس آیا تو اس نے اپنی ماں کو سرزنش کی کہ یہ اس نے کیا کیا؟ تو ماں نے جواب دیا کہ مجھے کیا معلوم تھا؟ میں تو یہی سمجھتی تھی کہ دربار میں بساط اسی طرح تقسیم ہوتی ہے! ہارون رشید کو جب اس قصہ کا علم ہوا تو وہ بہت ہنسا اور اس نے موسیقار کو بلا کر ایک اور بساط تحفہ میں دیدی(۸)

غناء کی ایسی محفلیں صرف خلفاء کے دربار تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ آہستہ آہستہ ان کے اصحاب اور دوسرے امراء میں بھی سرایت کر گئیں۔امین (ہارون رشید کا بیٹا) اپنے دوستوں اور مصاحبوں کے ساتھ بلاتفریق ایک محفل میں بیٹھا کرتا تھا اور ان میں ہدایا وتحائف دینے کا مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ اسحاق بن ابراہیم موصلی کا کہنا ہے کہ امین نے خلیفہ اور درباریوں کے درمیان حجاب کو بھی ہٹا دیا۔

غناء کے معنیٰ و مفہوم

غناء کے معنی و مفہوم

اس فصل میں ہم ''غناء'' کو لغت اور اصطلاح میں جا کر دیکھیں گے کہ لغویین اور فقہاء نے اس کے کیا معنی بیان کئے ہیں۔

لغوی معنی:

۱۔ ابوعلی القالی (ت ۳۵۶ھ) نے "البارع فی اللغة" میں غناء کے معنی یہ بیان کئے ہیں: ''غناء یعنی ترنم''۔

۲۔ ابن قوطیہ نے (ت ۳۵۶ھ) "المقصور و الممدود" میں کہا ہے کہ ''غناء یعنی وہ چیز جس کی خاطر طرب آجائے۔''

اس معنی کو خزاعی نے اپنی کتاب "تخریج الدلالات السمعية" میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ ابوسلیمان الخطابی (ت ۳۸۸) کا کہنا ہے: ''جب بھی کوئی شخص اپنی آواز کو کسی ذریعہ سے اونچا کرے اور پے در پے اس کو تکرار کرے تو یہ عربوں

کے نزدیک 'غناء'' کہلاتا ہے''۔

۴۔ جوہری (ت۳۹۳ھ) نے اپنی "الصحاح" میں کہا ہے ''غناء-بالکسر- سماع میں سے ہے''۔

۵۔ ابن فارس (ت۳۹۵) نے "معجم مقاییس اللغة" میں کہا ہے ''غناء یعنی صوت'' (مترنم آواز)

۶۔ابن الاثیر (ت۶۰۶ھ) نے "النهاية" میں غناء کو یوں بیان کیا ہے: ''جب کوئی شخص اپنی آواز کو اونچا کرے اور بار بار اس کی تکرار کرے تو اس کی آواز عربوں کے نزدیک ''غناء'' کہلائے گی۔''

۷۔ ابن منظور (ت۷۱۱ھ) نے 'لسان العرب" میں کہا ہے ''غناء -بالکسر- سماع میں سے ہے۔''

۸۔ فیومی (ت۷۷۰ھ) نے "المصباح المنير" میں غناء کو یوں بیان کیا ہے ''غناء یعنی صوت اور غنّی یعنی جب (یہ صوت) ترنم کے ساتھ ہو۔''

۹۔ فیروز آبادی (ت۸۱۷ھ) نے "القاموس المحيط" میں غناء کی تعریف اس طرح سے کی ہے: ''غناء ایسی مترنم آواز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ طرب آجائے۔''

۱۰۔ ابوالبقاء (ت۱۰۴۴ھ) نے "الكليات" میں کہا ہے: ''غناء یعنی گانا گانا

اور اس کے لئے ضروری ہے کہ شعر کے لحن میں ہو اور تالیاں بھی اس کے ساتھ اس طرح بجائی جائیں جو اس لحن کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں پس یہ لہو ولعب کے مصادیق میں سے ہے۔''

۱۱۔ الطریحی (ت ۱۰۸۵ھ) کا "تاج العروس" میں کہنا ہے۔''غناء وہ آواز ہے جس کے ذریعہ طرب آجائے۔''

۱۲۔ الزبیدی (ت ۱۲۰۵ھ) کا "تاج العروس" میں کہنا ہے''غناء وہ مترنم آواز ہے جس کے ذریعہ طرب آجائے۔''

۱۳۔ شیخ انصاری نے "المکاسب" میں بعض لغویوں سے یوں نقل کیا ہے ''غناء یعنی آواز کو کھینچنا۔''

۱۴۔ البستانی (ت ۱۳۰۱ھ) نے "محیط المحیط" میں کہا ہے''غناء وہ مترنم آواز ہے جس کے ذریعہ طرب آجائے۔''

۱۵۔ قاہرہ کے "مجمع اللغة العربية" کا "المعجم الوسيط" میں کہنا ہے: ''کسی کلام کے ذریعہ طرب اور ترنم کا لانا، چاہے وہ کلام وزن رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، موسیقی کے ساتھ ہو یا نہ ہو، غناء کہلاتا ہے۔''

۱۶۔ الکرمی نے اپنی معجم "الهادی الی لغة العرب" میں اس طرح سے بیان کیا ہے: ''غناء ایسی آواز کا نکالنا ہے جو سکون اور لطافت پر مبنی نغمہ اور لحن کے

ساتھ ہواور یہ بالکل طرب کی طرح ہے لیکن فرق یہ ہے کہ طرب میں غناء کے ساتھ آلات بھی ہوتے ہیں یا پھر صرف آلات ہوتے ہیں۔''

۱۷۔ الموسوعة العربية الميسرة : ''غناء وہ فن ہے جس میں معنی دار کلام کو مناسب الحان میں ادا کیا جائے۔''

۱۸۔ موسوعة المورد للبعلبکی : ''غناء خوشی کے ایسے احساس کا نام ہے جو ایک خاص لحن میں ادا کئے گئے منظم کلمات کے ذریعہ حاصل ہو اور موسیقی بھی اکثر اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔''

۱۹۔ الموسوعة الموسيقية لمحمد بو ذينة : ''معنی دار اقوال کو ایک لحن میں ادا کرنے کا فن غناء کہلاتا ہے۔''

اس فن کی ہیئت دو قسم کی ہے۔

۱۔ لحن بنانے کی ہیئت : اس کو "هيئة الصيغة" کہتے ہیں۔

۲۔ لحن کو ادا کرنے کی ہیئت : اس کو هيئة الاداء کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ هيئة الصيغة هيئة الاداء پر مقدم ہے کیونکہ پہلے لحن بنے گا پھر ادا ہوگا۔

مختلف ملتوں میں یہ فن مختلف انداز میں رائج ہے، ان کے درمیان موجود فرق دو عناصر کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۱۔ اس قوم کی زبان والفاظ اور ان میں پائے جانے والے اوزان والحان۔

۲۔ ان کے بنیادی نغموں کی ترتیب وغیرہ۔

یہ فن عربی اور دوسری مشرقی زبانوں میں زیادہ اوزان اور الحان کا حامل ہے، آوازوں کا سنگم اور ان میں پایا جانے والا نظم ان کو بقیہ زبانوں پر فوقیت دیتا ہے۔

مذکورہ ۱۹ تعریفوں میں ہم نے مختلف ماہرین لغت کے اقوال کو نقل کیا ہے، اب ہم ان اقوال کو خلاصہ کی شکل دے کر ان میں سے غناء کے عناصر کا استخراج کریں گے اور تکراری موارد کو ہٹا کر دیکھیں گے کہ ہمارے سامنے ان تعریفوں کا کیا نچوڑ سامنے آتا ہے۔

لغوی تعریفوں کا خلاصہ

۱۔ غناء = صوت (مترنم آواز) ہے۔	ابن فارس، الفیومی
۲۔ غناء = سماع (سننا) ہے۔	الجوهری، ابن منظور
۳۔ غناء = ترنم کو کہتے ہیں۔	القالی، الفیومی، مجمع اللغة
۴۔ غناء = آواز کا پے در پے بلند کرنا۔	الخطابی، ابن الاثیر
۵۔ غناء = وہ آواز جس کے ذریعہ طرب آجائے۔	الفیروز آبادی، الطریحی، الزبیدی، البستانی، مجمع اللغة
۶۔ غناء = وہ آواز جس سے سننے والے کو طرب آجائے۔	ابن القوطیة
۷۔ غناء = گانا گانے کو کہتے ہیں۔	ابوالبقاء
۸۔ غناء = آواز کے کھینچنے کو کہتے ہیں	شیخ انصاری کا بعض لغویین سے نقل
۹۔ غناء = لحن اور نغموں کی صورت میں آواز نکالنے کو کہتے ہیں۔	الکرمی
۱۰۔ غناء = مختلف الحان کے اداء کرنے کے فن کو کہتے ہیں۔	الموسوعة العربية الميسرة، الموسوعة الموسيقية
۱۱۔ غناء = خوشی کا وہ احساس ہے جو ایک خاص لحن میں ادا کئے گئے منظم کلمات کے ذریعہ حاصل ہو۔	موسوعة المورد

یہاں تک ہم نے مکررات کو نکال کر ۱۹ تعریفوں کو ۱۱ تعریفات میں سمیٹ دیا ہے۔

اب ہم ان تعریفوں کے تجزیہ سے حاصل شدہ کچھ نکات پر غور کریں گے۔

۱۔ پہلی دو تعریفوں سے ہمیں سمجھ میں آتا ہے کہ یہ دونوں غناء کی مترادف نہیں ہیں کہ ان کے ذریعہ غناء کی تعریف بیان کی جائے بلکہ صوت اور سماع غناء کی دو مختلف تعبیریں ہیں۔ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب "الاغانی" میں غنائی اشعار کو صوت سے تعبیر کیا ہے دوسری طرف زمخشری نے اپنی کتاب "اساس البلاغۃ" میں غناء کو 'صوت مسموع'' کہا ہے یعنی وہ مترنم آواز جو سنی جائے۔

۲۔ مذکورہ تعریفوں میں غناء کا ایک اور عنصر ''تطریب'' کے عنوان سے ملتا ہے۔ تغنی، ترنم، تردید، ترجیع، شدو، تنغیم، تلحین، وغیرہ سب فنی اصطلاحات ہیں اور مجموعی طور پر ایک معنی کو بیان کرتی ہیں اور وہ ہے ''تطریب''۔

غناء کو اس کے لئے وضع کئے گئے معینہ لحن کے مطابق ادا کرنے کو تطریب کہتے ہیں۔ پس اب تک کی گفتگو کی روشنی میں غناء کی درج ذیل تعریف سامنے آتی ہے:

''غناء ایسی سنی جانے والی آواز ہے جس میں لحن پایا جاتا ہو اور اس کے ادا کرتے وقت طرب بھی آجائے۔''

اب ہمارے پاس دو تعریفیں بچتی ہیں:

ا۔ ابن قوطیہ کی تعریف: جس میں اس نے ''مستمع کے لئے طرب آجانے'' کے عنصر کا اضافہ کیا ہے۔

۲۔ ابوالبقاء کی تعریف: جس نے غناء کو ایک قسم کا لہو و لعب شمار کیا ہے اور یہ لہو صرف اور صرف اس کے لئے منعقد کی گئی مخصوص محفل میں ہی ممکن ہے۔

اب تک کی گفتگو سے ہم درج ذیل نتائج حاصل کرتے ہیں:

ا۔ غناء کی مذکورہ تعریفوں سے ہمیں غناء کے تین اہم عنصر سمجھ میں آتے ہیں۔

(الف) نظم Poetry (ب) لحن Tune (ج) اداء (تطریب) Song

نظم:

منظوم کلام ہے (نثر کے مقابلہ میں)۔

لحن:

آواز کی وہ سُر ہے جس پر گانے کے بول کو بٹھایا جاتا ہے۔

اداء (تطریب):

گانے کو اس کے معینہ لحن کے مطابق اداء کرنے کو کہتے ہیں۔

پس غناء اس منظوم کلام کا نام ہے جسے ایک خاص لحن میں گایا جائے۔
یعنی یہ عناصر جدا جدا غناء کا مصداق نہیں بن سکتے بلکہ ان کا مرکب ہونا ضروری ہے۔

۲۔ یہاں تک مذکورہ تعاریف کی روشنی میں لغویین کے درمیان غناء کی مشہور تعریف یوں سامنے آتی ہے:

''غناء اس سنی جانے والی آواز کو کہتے ہیں جسے ایک خاص لحن میں گایا گیا ہو۔''

۳۔ ابن قوطیہ نے ''اطراب'' (مستمع کے لئے طرب کا آجانا) اور ابوالبقاء نے ''لہو ولعب'' کے عنصر کا اضافہ کیا ہے۔

تعریفوں کے خلاصہ کا خلاصہ:

غناء کے عناصر:

علماء لغت کے درمیان مشہور رائے کے مطابق = نظم + لحن + تطریب
ابن قوطیہ کی رائے کے مطابق = نظم + لحن + تطریب + اطراب
ابوالبقاء کی رائے کے مطابق = نظم + لحن + تطریب + مجلس لہو ولعب۔

۴۔ غناء بعض اوقات موسیقی کے آلات کے ہمراہ انجام پاتا ہے اور کبھی ان آلات کے بغیر۔

مذکورہ نتائج کا نتیجہ:

لغت میں ہمیں تین تعریفیں ملتی ہیں جن میں فرق ان کے دائرہ کے چھوٹے اور بڑے ہونے کا ہے۔

۱۔غناء: ایسی سنی جانے والی آواز جسے ایک خاص لحن میں گایا گیا ہو۔(علمائے لغت کے درمیان مشہور رائے)

۲۔غناء: ایسی سنی جانے والی آواز جسے ایک خاص لحن میں گایا گیا ہو اور اس کے ذریعہ سننے والے کو طرب بھی آجائے۔(ابن قوطیہ کی رائے)

۳۔غناء: ایسی سنی جانے والی آواز جسے مجلس لہو ولعب میں ایک خاص لحن میں گایا گیا ہو۔(ابوالبقاء کی رائے)

توجہ:

یہاں پر ایک مطلب کی طرف توجہ ضروری ہے کہ موسیقی (اہل فن کی اصطلاح میں) غناء ہی ہے، یونانی زبان میں اسے موسیقی اور عربی میں غناء کہا جاتا ہے، درحقیقت دونوں لفظ ایک ہی معنی کو بیان کرتے ہیں۔

رسائل اخوان الصفا میں آیا ہے ''.........موسیقی غناء ہے اور موسیقار مغنی کو کہتے ہیں اور موسیقات، آلات غناء ہیں اور غناء منظم الحان اور لحن، متواتر نغموں کو کہتے ہیں اور نغمے موزون اصوات (مترنم آوازیں) ہیں...''(۹)

جبکہ معجم الوسیط میں آیا ہے ''موسیقی، یونانی لفظ ہے اور اس کا اطلاق بجانے کے فنون اور آلات طرب پر ہوتا ہے.........اور علم موسیقی، وہ علم ہے جس میں نغموں کے اصول کے بارے میں تآلف، تنافر اور ان نغموں کے درمیان پائے جانے والے فواصل زمانی کے جہات سے بحث کی جاتی ہے.........اور موسیقار اس شخص کو کہتے ہیں جس کا مشغلہ موسیقی ہو.........''

اسی طرح علامہ دہخدا نے اپنے لغت نامہ میں کہا ہے ''موسیقی وہ علم ہے جس کے ذریعہ نغموں اور ان کے زمانوں کے بارے میں بحث کی جاتی ہے ....اور وہ دو فنوں پر مشتمل ہے پہلا نغموں میں پائے جانے والی ملائمت اور تنافر کی شناخت کا فن ہے اسے فن الحان کہتے ہیں اور دوسرا ان فواصل زمانی کے اوزان کی شناخت کا فن ہے جو نغموں کے درمیان پائے جاتے ہیں اس فن کو فن ایقاع کہتے ہیں۔''

مصطلحات قدماء اور متاخرین کے درمیان فرق یہ ہے کہ قدماء کے نزدیک موسیقی اور غناء، مفہوم و مصداق دونوں اعتبار سے مساوی ہیں۔ لیکن عصر حاضر میں موسیقی کا لفظ صرف اور صرف آلات طرب کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ معجم الوسیط کی عبارت سے واضح ہے، اور ''غناء'' گلوکاری یعنی گائیکی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

فقہاء کی نظر میں ''غناء'' کی تعریف

فقہاء کی نظر میں ''غناء'' کی تعریف:

جس طرح علماء لغت نے غناء کی مختلف انداز میں تعریفیں بیان کی ہیں کہ بعض نے عرف عام کو معیار بنایا ہے، بعض نے اہل فن کے بیان کردہ مطالب کو معتبر سمجھا ہے اور بعض نے اپنے اجتہاد کے مطابق اس کے معانی کو بیان کیا ہے، اسی طرح فقہاء نے بھی مختلف معیاروں کی بنیاد پر اس لفظ کے معنی بیان کئے ہیں اور اسی کے مطابق اس پر حکم لاگو کیا ہے۔ اب ہم ایک ایک کر کے فقہاء کے نظریات کو بیان کریں گے۔

ملا احمد نراقی نے اپنی کتاب "مستند الشیعة فی احکام الشریعة" میں سب سے زیادہ تفصیل سے اس کی تعریف کو بیان کیا ہے اور اس کے ضمن میں بارہ نظریات کو زیر غور قرار دیا ہے، لہٰذا فقہی تعریفات کے باب کی ابتداء ہم ان کے بیان سے کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کی دوسری جلد صفحہ ٣٤٠ پر لکھا ہے:

"ومنها (يعني المكاسب المحرمة) الغناء و الكلام اما في مهيته او حكمه اما الاول (يعنى الماهية) فبيانه ان كلمات العلماء من اللغويين و الادباء و الفقهاء مختلفة في تفسير الغناء ففسره بعضهم بالصوت المطرب و آخر بالصوت المشتمل على الترجيع وثالث بالصوت المشتمل على

الترجيع والاطراب معا ورابع بالترجيع و خامس بالتطريب و سادس بالترجيع مع التطريب و سابع الصوت مع الترجيع و ثامن بمد الصوت و تاسع بمده مع احد الوصفين او كليهما و عاشر بتحسين الصوت و حادى عشر بمد الصوت و موالاته و ثاني عشر (و هو الغزالي) بالصوت الموزون والمفهِم المحرك للقلب. ولا دليل تامّ على تعيين احد هذه المعاني اصلاً. نعم قد يكون القدر المتيقن من الجميع المتفق عليه فى الصدق هو مد الصوت المشتمل على الترجيع المطرب، الاعم من السار المحزن، المفهم لمعنى غناء قطعاً عند جميع ارباب هذه الاقوال. فلو لم يكن قول آخر يكون هذا القدر المتفق عليه غناء قطعاً. الّا ان بعض اهل اللغة فسره بما يقال له بالفارسية (سرود) ايضاً و حكى عن الصحاح انه قال الغناء هو مايسمّيه العجم (دوبيتي) و قال بعض الفقهاء انه يجب الرجوع في تعيين معناه الى العرف، ولا يخفى ما في معنى الاول من الخفاء، فان (سرود) و (دوبيتي) ليسا بذلك الاشتهار في هذه الاعصار بحيث يتضح المراد منهما و يمكن ان يكون هذا متحداً مع احد المعاني المتقدمة"

''مکاسب محرمہ میں سے ایک غناء ہے۔ اس کے بارے میں عام طور پر

دو پہلوؤں سے بحث کی جاتی ہے۔ ۱۔غناء کی ماہیت، ۲۔اس کا حکم۔
ماہیت کے بارے میں ادباء، فقہاء اور لغویین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
۱۔ بعض نے اسے ایسی آواز سے تعبیر کیا ہے جو ''مطرب'' ہو۔
۲۔ بعض دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ہر وہ آواز جس میں ترجیع پائی جاتی ہو۔
۳۔ بعض نے ترجیع اور اطراب دونوں پر مشتمل آواز کو غناء بتایا ہے۔
۴۔ بعض نے خود ترجیع کو غناء کہا ہے۔
۵۔ بعض نے تطریب کو غناء کہا ہے۔
۶۔ کچھ نے ایسی ترجیع کو جو تطریب کے ہمراہ ہو غناء کہا ہے۔
۷۔ بعض نے آواز کو ترجیع کے ساتھ بلند کرنے کو غناء کہا ہے۔
۸۔ بعض نے آواز کے لمبا کھینچنے ہی کو غناء کہا ہے۔
۹۔ بعض نے آواز کو اس طرح سے کھینچنے کو غناء کہا ہے کہ جس میں ترجیع و تطریب، دونوں یا ان میں سے ایک صفت پائی جاتی ہو۔
۱۰۔ کچھ نے آواز کے پرکشش بنانے کو غناء کہا ہے۔
۱۱۔ بعض نے آواز کے پے در پے کھینچنے کو غناء کہا ہے۔
۱۲۔ غزالی نے کہا ہے ہر وہ آواز جس میں وزن پایا جاتا ہو، معنی دار ہو اور طبیعت میں گدگدی پیدا کرے تو یہ غناء کہلائے گی۔(۱۰)

مذکورہ تعاریف میں سے کسی ایک کو چننے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل تام موجود نہیں ہے زیادہ سے زیادہ ہم ان میں سے ایک قدر متیقن نکال سکتے ہیں کہ:

''آواز کو ایسے کھینچنا کہ اس میں معنیٰ اور ترجیع دونوں پائے جاتے ہوں، خوشی کا باعث بنے یا حزن کا، یہ آواز ان تمام صاحبانِ اقوال کے نزدیک قطعاً غناء ہے۔''

اب اگر یہاں پر کوئی اور قول نہ ہو تو اسی معنیٰ کو جو مذکورہ صاحبان اقوال کے درمیان قدر متیقن اور متفق علیہ ہے، غناء کی تعریف کہا جا سکتا ہے۔ البتہ بعض اہل لغت نے اسے فارسی کے لفظ ''سرود'' سے بھی تعبیر کیا ہے۔ الصحاح کے مؤلف کا کہنا ہے کہ غناء کو اہل عجم ''دوبیتی'' کہتے ہیں۔

اسی طرح بعض فقہاء نے اس بارے میں "عرف" کی طرف رجوع کو ضروری قرار دیا ہے۔

البتہ یہ بات بھی توجہ کی طالب ہے کہ ''سرود'' اور ''دوبیتی'' موجودہ زمانہ میں اتنے عام نہیں ہیں کہ ہم ان سے صحیح مراد (غناء کی تعریف) کو سمجھ پائیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ یہ ہمارے مذکورہ معانی میں سے کسی سے مطابقت رکھتے ہوں۔''

مستند الشیعة میں ملا نراقی کے بیان کردہ مطالب کا خلاصہ یہ ہے:

ا۔ اگر مذکورہ ۱۲ تعاریف کا خلاصہ کریں تو وہ سب کی سب درج ذیل دو تعریفوں پر ہی پلٹتی ہیں۔

(الف) لغویین کے درمیان مشہور تعریف ''غناء ایسی سنی جانے والی آواز ہے جسے ایک خاص لحن میں گایا گیا ہو۔''

(ب) ابن قوطیہ کی تعریف جس نے لغویین کی تعریف میں ''اطراب'' کے عنصر کا اضافہ کیا ہے یعنی سننے والے کو طرب آجائے۔

۲۔ بعض اہل لغت نے عربوں کے درمیان رائج غناء کو فارسی زبان میں موجود اس کے معادل لفظ کی بنیاد پر تفسیر کیا ہے۔ فارسی میں غناء کے مقابلہ میں موجود لفظ ''سرود'' اور ''دوبیتی'' ہیں۔

دوبیتی چار مصرعوں پر مشتمل شعر کو کہتے ہیں جس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعہ کے قافیے ایک ہوتے ہیں لیکن تیسرے مصرعہ کا قافیہ مختلف ہوتا ہے۔(۱۱)

لیکن ہمارے خیال میں ''غناء'' کا لفظ جو عربی زبان میں اور عرب معاشروں میں رائج ہے، اسے کسی اور زبان میں صرف اس سے مشابہ معانی سے مناسبت کی بنیاد پر تفسیر نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ غناء ایک عرفی مفہوم ہے

اور عرف مختلف زمان و مکان اور معاشروں میں مختلف ہوتا ہے، البتہ یہاں پر یہ ممکن ہے کہ ہم عرب و غیر عرب میں موجود غناء کے مفاہیم کے درمیان تقارن پیدا کریں اور ایک قدر مشترک ان سے نکالیں، یہ قدر مشترک تین عناصر پر مشتمل ہے:

کلام + لحن + تطریب (یعنی غناء کو اس کے خاص طریقہ سے "ادا کرنے" کا فن)

۳۔ بعض فقہاء نے غناء کے معنی کو معین کرنے کے لئے عرف کو ملاک قرار دیا ہے۔

پس اب تک کی گفتگو میں غناء کی تین تعریفیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

(الف) ایسی سنی جانے والی آواز جس کے ذریعہ طرب آجائے، غناء ہے۔

(ب) غناء ایسی سنی جانے والی آواز ہے جس کے ذریعہ سننے اور سنانے والے دونوں کو طرب آجائے۔

(ج) ہر وہ چیز جسے عرف میں غناء کہا جاتا ہو، غناء ہے۔

یہاں تک ہماری گفتگو کا محور محقق نراقی کا بیان تھا۔ اب ہم آگے بڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دوسرے فقہاء نے اس بارے میں کیا کہا ہے۔

۱۔ شہید اول:

محقق کرکی نے ''جامع المقاصد'' میں کہا ہے:

"قوله (والغناء). هو ممدود. والمراد به (على ما في الدروس) مدالصوت المشتمل على الترجيع المطرب" (۱۲)

شہید اوّل نے اپنی کسی کتاب میں غناء کی تعریف صراحت کے ساتھ بیان نہیں کی ہے لیکن اس کے بارے میں بحث ضرور کی ہے جن سے استفادہ کرتے ہوئے محقق کرکی نے شہید اوّل کی نظر کا استنباط کیا ہے اور کہا ہے ''غناء (الدروس میں شہید کے مبنا کے مطابق) آواز کو اس طرح سے کھینچنا ہے کہ اس میں ترجیع پائی جائے اور طرب آور بھی ہو۔''

۲۔ شہید ثانی:

"الغناء بالمد. مدالصوت المشتمل على الترجيع المطرب. فلايحرم من دون الوصفين. اعني الترجيع مع الاطراب. وان وجد احدهما كذا عرفه جماعة من الاصحاب و رده بعضهم الى العرف، فما سمى فيه غناء يحرم وان لم يطرب، وهوحسن. (۱۳)

شہید ثانی نے شہید اوّل ہی کی بیان کی ہوئی تعریف کو یہاں بیان کیا ہے اور اس کے بارے میں وضاحت دیتے ہوئے کہا ہے۔ ''اگر اس غناء میں ترجیع اور طرب آوری نہ پائی جائے تو وہ حرام نہیں رہے گا، اگر چہ کہ ان میں سے ایک (ترجیع یا طرب آوری) موجود ہی کیوں نہ ہو۔ بعض دوسرے فقہاء نے بھی اسی طرح سے تعریف کی ہے اور بعض نے اس کو عرف کی طرف حوالہ دیا ہے کہ عرف میں جو کچھ بھی غناء کہلاتا ہے حرام ہے اگر چہ کہ وہ طرب آور بھی نہ ہو اور یہی قول بہتر ہے۔''

۳۔ محقق کرکی:

"قوله (و الغناء) هو ممدود. و المراد به (على ما في الدروس) مد الصوت المشتمل على الترجيع المطرب. و ليس مطلق مد الصوت محرماً و ان مالت القلوب اليه ما لم ينته الى حيث يكون مطرباً بسبب اشتماله على الترجيع المتقضي لذلك" (۱۳)

محقق کرکی نے اپنی کتاب میں "القواعد" کی عبارت ''الغناء'' پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرمایا ہے ''اس سے مراد (الدروس کے مبنا کے مطابق) آواز کو اس طرح سے کھینچنا ہے کہ اس میں ترجیع پائی جائے اور طرب آور بھی ہو۔ اور فقط آواز کا کھینچنا حرام نہیں ہے چاہے وہ دلوں کو اپنی طرف کھینچ ہی

کیوں نہ لے، بلکہ جب تک وہ اپنی ترجیع کے باعث طرب آور نہ ہو جائے حرام نہیں ہے''۔

۴۔ الامیر الطباطبائی (ت ۱۲۳۱ھ)

"والغناء، وهو مدالصوت المشتمل على الترجيع المطرب او مايسمى فى العرف غناء و ان لم يطرب سواء كان فى شعرا و قرآن او غيرهما۔" (۱۴)

''غناء یعنی آواز کو اس طرح سے کھینچنا کہ اس میں ترجیع پائی جائے اور طرب آور بھی ہو، یا پھر ہر وہ چیز جو عرف میں غناء کہلائے اگر طرب آور نہ بھی ہو تب بھی غناء ہے چاہے وہ شعر کی صورت میں ہو یا قرآن کی شکل میں ہو یا کسی اور قالب میں پایا جائے۔

۵۔ محقق سبزواری، صاحب کفاية الاحکام (ت ۱۰۹۰ھ)

"..... الغناء وهو مدالصوت المشتمل على الترجيع المطرب على ما قال بعضهم و بعضهم اقتصر على الترجيع و بعضهم على الاطراب من غير ذكر الترجيع، ومن العامة من فسر بتحسين الصوت و منهم من قال من رفع صوتاً و والاه فهو غناء و لعل الاطراب و الترجيع مجتمعان غالباً و قيل

مـايسمى غناء عرفاً و ان لم يشتمل على القيدين ولا خلاف عـندنـا فـى تـحريم الغناء فى الجملة و الاخبار الدالة عليه متـظـافـرة و صرح المحقق و جماعة ممن تاخر عنه بتحريم الـغـناء ولو كان فى القرآن، لكن غير واحد من الاخبار يدل عـلـى جـوازه بـل استـحبـابــه فـى الـقـرآن بناء على دلالة الـروايـات عـلـى حسـن الـصـوت والتـحزين و الترجيع فى الـقرآن بل استحبابه و الظاهر ان شيئا منها لايوجد بدون الـغـنــاء عـلـى مــا استـفيـد مـن كـلام اهل اللغة و غيرهم و فـصـلـنــاه، فـى بعض رسائلنا... وحينئذ نقول الجمع بين هـذه الاخبـار و الاخـبـار الـكثيـر ة الدالة على تحريم الغناء بـوجهيـن: احدهما تخصيص تلك الاخبار بما عدا القرآن و حـمـل ما يدل على ذم التغني بالقرآن على قرائة تكون على سبيـل اللهو كما يصنعه الفساق فى غنائهم وثانيهما ان يقال الـمـذكـور فـي تلك الاخبار الغناء الخاص و ارادته، والمفرد المعرف باللام لايدل على العموم لغة، و عمومه انما يستنبط من حيث انه لاقرينة على ارادة بعض الافراد من غيرتعيين ...... فلا بد من حمله على الاستغراق و العموم و ههنا ليس كـذلك، لان الشـائـع فى ذلك الزمان الغناء على سبيل اللهو مـن الـجـواري الـمـغـنيـات وغيـرهن في مجالس الفجور و

الخمور و غيرها، فحمل المفرد على تلك الافراد الشايعه في ذلك الزمان غير بعيد، و في عدة من تلك الاخبار اشعار بكونه لهواً باطلاً و صدق ذلك في القرآن والدعوات و الاذكار المقروءة بالاصوات الطيبة المذكرة للآخرة و المهيجة للاشواق الى عالم القدس محل تأمل فاذن ان ثبت اجماع فى غير الغناء على سبيل اللهو كان تبعاً و الا بقى حكمه على اصل الاباحة و طريق الاحتياط واضح...(۱۵)

محقق سبزواری نے اپنی کتاب "کفایة الاحکام" میں غناء کو حرام افعال میں شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "بعض فقہاء کے نزدیک غناء آواز کے اس طرح کھینچنے کو کہتے ہیں کہ اس میں ترجیع پائی جائے اور طرب آور بھی ہو، بعض دوسرے فقہاء نے صرف ترجیع کے پیدا ہو جانے کو اور بعض نے اطراب (یعنی طرب آوری) کو غناء میں معتبر جانا ہے علماء اہلسنت میں سے بعض نے آواز کے پر کشش بنانے کو اور بعض نے آواز کے پے در پے بلند کرنے کو غناء کہا ہے غالباً ترجیع اور اطراب بھی اس میں شامل ہوتے ہیں ایک اور قول کے مطابق عرف میں جس چیز کو غناء کہا جائے وہی معتبر ہے چاہے اس میں مذکورہ دو قیود (اطراب و ترجیع) نہ بھی پائی جاتی ہوں........ ہماری نظر میں مجموعی طور پر غناء کی حرمت میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے اور

اس بارے میں متعدد روایات بھی موجود ہیں محقق اور بعض دوسرے متاخرین نے صراحت کے ساتھ غناء کی حرمت پر فتویٰ دیا ہے چاہے وہ قرآن پر ہی کیوں نہ مشتمل ہو........لیکن دوسری طرف ہمیں ایسے بھی روایات ملتے ہیں جنہوں نے قرآن میں غنائی انداز کو جائز بلکہ مستحب قرار دیا ہے جیسے وہ روایات جن میں قرآن کو اچھی آواز اور لحن میں پڑھنے کی تاکید ہے یا وہ روایات جن میں حزن اور ترجیع کے ساتھ قرأت کو جائز بلکہ مستحب جانا گیا ہے۔ بظاہر جو بات اہل لغت اور دوسرے ماہرین کے اقوال سے ہماری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ آواز میں حسن، ترجیع یا تحزین صرف اور صرف غناء کے ذریعہ ہی ایجاد ہوسکتی ہے، اس بات کو ہم نے اپنے بعض دوسرے رسالوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔''

(محقق سبزواری نے یہاں پر کئی روایات کو ذکر کیا ہے لیکن ہم ان کے تذکرہ سے گریز کررہے ہیں کیونکہ روایات کے باب میں ہم نے تقریباً سب ہی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔)

''اس مقام پر ہمارا کہنا ہے کہ ان روایات کو جو بعض موارد میں غناء کو جائز بلکہ مستحب بتاتے ہیں اور ان روایات کو جن میں اس کے بارے میں تحریم آئی ہے، دو طرح سے جمع کیا جاسکتا ہے:

۱۔ حرمت کے اوپر دلالت کرنے والے روایات کو ہم تخصیص لگا دیں کہ وہ غیر قرآن کے لئے صادر ہوئے ہیں اور وہ روایات جن میں "**تغنی فی القرآن**" کی مذمت آئی ہے اس کو ایسی قرائت پر حمل کریں جو لہوی اور اہل فسق و فجور کے الحان سے مناسبت رکھتی ہو۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ وہ غناء جو روایات تحریمیہ میں مذکور ہے اس میں اس سے مراد ایک خاص غناء ہے اور مفرد کے اُوپر آنے والا الف و لام تعریف، لغت کے اعتبار سے عموم پر دلالت نہیں کرتا، اس کے عموم کو ہم صرف عدم قرینہ سے سمجھ سکتے ہیں، یعنی ان روایات میں ایسا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا جس سے غناء کے صرف بعض افراد کا مراد ہونا سمجھ میں آئے لہٰذا کسی قرینہ کے نہ ہونے پر، اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم غناء کو استغراق و عموم پر ہی حمل کریں۔ جبکہ یہاں پر ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ اس زمانہ میں فسق و فجور اور شراب و کباب کی محافل میں مغنیہ کنیزوں اور عورتوں کے بیہودہ اشعار پر مشتمل گانوں کو غناء کہا جاتا تھا۔ لہٰذا اگر اس مفرد کو اس زمانہ کے ان متعارف مصداقوں پر حمل کیا جائے تو یہ ایک معقول عمل کہلائے گا۔ جبکہ بعض روایات میں اس غناء کے لہوی و باطل ہونے کو واضح یا غیر واضح طور پر بیان بھی کیا گیا ہے، اب اگر ان روایات کو قرآن، ادعیہ، آخرت کی یاد دلا دینے

والے اذکار اور اصوات یا ایسے اذکار جو عالم قدس کا شوق دلانے یا بڑھانے کا سبب بنتے ہیں، حمل کیا جائے تو قطعاً غیر مناسب ہوگا، نتیجہ یہ کہ اگر غناء کے لہوی ہونے پر اجماع قائم ہو جائے تو یہ قابل پیروی ہے وگرنہ اس کا حکم اباحہ (جائز ہونا) ثابت ہے، البتہ احتیاط کا راستہ بھی واضح ہے۔''

خلاصہ یہ کہ محقق سبزواری کی نظر میں شرعی نکتۂ نظر سے حرام غناء دراصل غناء لہوی ہے جسے اسی کے لئے منعقد کی گئی لہو ولعب اور فسق و فجور کی محافل میں گایا جاتا ہے یعنی ان کی نظر میں غناء کی تعریف وہی مشہور کی بیان کی ہوئی تعریف ہے لیکن اس کی حرمت ذاتی نہیں ہے بلکہ جب اس پر لہو اور باطل کے عناوین صادق آئیں تب حرام ہو جاتا ہے۔

۶۔ فیض کاشانی (ت ۱۰۹۱ھ):

"و قد ذکرنا فی کتاب آداب تلاوة القرآن، من ربع العبادات، اخباراً اخر فی هذا الباب، و یستفاد من مجموعها اختصاص حرمة الغناء و ما یتعلق به من الاستماع و الاجر و التعلیم و غیرها بما کان علی نحو المتعارف في زمن بني امیة و بني العباس من دخول الرجال علیهن، تکلمهن بالاباطیل و لعبهن بالملاهی والعیدان والقضیب، اما سوی

ذلك فـامـا مـنـدوب اليـه كـالترجيع بالقرآن، وما يكون منه
وسيـلة الـى ذكر الله والدار الاخرة، واما مباح او مكروه كما
ذكـرهـما ابوحـامد (الغزالى). ولا يبعد ان يختلف الحكم فى
بعض افراد بالاضافه الى تفاوت درجات الناس فانه لايليق
بذوى المروء ات ما يليق بمن دونهم۔(١٦)

" المحجة البيضاء " میں فیض کاشانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے:

''ہم نے آداب تلاوت قرآن اور اس سے متعلق دوسرے ابواب میں جن روایات کا تذکرہ کیا ہے، ان سب کے مجموعہ سے ہمیں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ غناء اور اس سے متعلق دوسرے امور جیسے اس کا سننا، اس کا معاوضہ لینا اور اس کی تعلیم دینا وغیرہ اس وقت حرام ہے جب وہ بنوامیہ اور بنوعباس کے زمانہ میں رائج غناء سے مطابقت پیدا کرے۔ یعنی مغنیہ عورتوں کے بیہودگی پر مشتمل گانوں کی محفلیں منعقد ہوں غیر مردان محفلوں میں حاضر ہوں اور عیاشی کریں وغیرہ..... اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ یا مستحب ہے جیسے قرآن کی تلاوت میں ترجیع پیدا کرنا یا ایسا کلام جو خدا اور آخرت کی یاد کا باعث بنے، یا مباح ہے یا مکروہ ہے۔ آخری دو اقسام (مباح اور مکروہ) کو ابو حامد (الغزالی) نے بیان کیا ہے، ان بیانات کی روشنی میں بعید نہیں ہے کہ غناء کا حکم افراد کی اجتماعی حیثیات کی بنا پر فرق رکھتا ہو۔ یعنی یہ غناء ایسے افراد کے لئے جو

معاشرہ میں محترم اور معتبر مانے جاتے ہیں مناسب نہ ہولیکن عوام کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہ ہو۔"

۷۔ المحدث البحرانی، صاحب الحدائق (ت۱۱۸۶ھ):

"الغناء بالمد. ککساء قیل: هو مدالصوت المشتمل علی الترجیع المطرب، فلا یحرم من دون الوصفین. اعنی الترجیع و الاطراب. کذا عرفه جماعة من الاصحاب. و الطرب: خفة تعتریه، تسره او تحزنه، ورده بعضهم الی العرف، فما سمی فیه غناء یحرم و ان لم یطرب، و اختاره في المسالك وغیره و هوالمختار". و في هامشه: و ممن صرح بما اخترناه. هنا الفاضل المولی محمد صالح المازندرانی في شرح الاصول حیث قال بعد کلام في الغناء: و عرفه جماعة من اصحابنا بالترجیع المطرب، فلاتتحقق ماهیته بدون الترجیع و الاطراب ولایکفی احدهما، ورده بعضهم الی العرف، فما سماه اهل العرف غناء حرام، اطرب ام لم یطرب، ولا یخلو من قوة لان الشائع فی مثله مالم یعلم معناه لغة، ولم یظهر المقصود منه شرعاً، هو الرجوع الی العرف."(۱۷)

محدث بحرانی نے مسالک سے شہید ثانی کی عبارت کو نقل کرتے ہوئے اس میں عرف کے قول کی تائید کی ہے اور پھر حاشیہ میں اس کی وضاحت دیتے ہوئے اپنی تائید میں محمد صالح مازندرانی کے قول کو ان کی کتاب شرح اصول سے نقل کیا ہے۔ وہ غناء کے بارے میں بحث کے بعد کہتے ہیں۔ ''بعض اصحاب نے ترجیع و اطراب کو غناء کہا ہے۔ پس غناء کی ماہیت ترجیع اور اطراب کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتی حتی ان میں سے ایک بھی اس کے تحقق کے لئے کافی نہیں ہے۔ (بلکہ دونوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے) بعض فقہاء نے عرف کی طرف حوالہ دیا ہے کہ جو کچھ عرف کی نظر میں غناء ہے، چاہے طرب آور ہو یا نہ ہو وہی غناء ہے۔ اس نظر کی تائید کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا ہے کہ بظاہر یہی بات صحیح ہے کیونکہ اس قسم کے مسائل میں جبکہ لغوی اعتبار سے معنی معین نہ ہو پا رہے ہوں اور نہ ہی شرعی طور پر پتا چل رہا ہو کہ مقصود کیا ہے، عرف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔''

۸۔ شیخ محمد حسن نجفی صاحب الجواہر (ت۱۲۶۶ھ):

"والتحقیق الرجوع فی موضوعه الی العرف" (۱۸)

صاحب جواہر نے صراحت اور قاطعیت کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ اس

موضوع میں عرف ہی سے رجوع کیا جائے۔

۹۔ محقق نراقی، صاحب المستند الشیعة (ت۱۲۴۵ھ):

"ولكن الظاهر ان القدر المتيقن المذكور من المعانی الاثنی عشر سيما اذا ضم معه ان يكون اللحن الخاص، الخاص المعهود الذی يستعمله ارباب الملاهی و يتداول عندهم، و يعبر عنه الآن عندالعوام (خوانندگی) يكون غناء قطعاً۔"(۱۹)

محقق نراقی نے ان بارہ تعریفات کو ذکر کرنے کے بعد ان پر بحث کی ہے اور پھر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ بظاہر وہی قدر متیقن جسے ہم نے مذکورہ بارہ تعریفوں میں سے نکالا تھا، اگر اس میں اس خاص لحن کی شرط کا اضافہ کر دیا جائے جو اہل ملاہی یعنی عیاشوں میں رائج ہے اور عوام میں اسے ''خوانندگی'' کہا جاتا ہے تو یہ قطعاً غناء ہے۔

۱۰۔ شیخ انصاری (ت۱۲۸۱ھ):

"و بالجملة، فكل صوت يعد في نفسه مع قطع النظر عن الكلام المتصوت به، لهواً و باطلاً فهو حرام۔"... و ظاهر هذه الاخبار باسرها حرمة الغناء من حيث اللهو والباطل فالغناء من مقولة الكيفية للاصوات ان كان مساوياً للصوت اللهوی و

الباطل، کماهو الاقوی۔" (۲۰)

شیخ انصاری کا اپنی کتاب "المکاسب" میں کہنا ہے کہ:

''مجموعی طور پر ہر وہ آواز جسے عام طور سے لہو یا باطل شمار کیا جاتا ہے، حرام ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ آواز کس قسم کے کلام پر مشتمل ہے۔'' اس کے بعد چند روایات کو بیان کر کے کہتے ہیں۔ ''یہ تمام روایات ظہور رکھتی ہیں کہ غناء کی حرمت اس کے لہو و باطل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہے۔ پس غناء درحقیقت آواز کی وہ خاص کیفیت ہے کہ جب وہ لہوی اور باطل آواز کے مساوی ہو جاتی ہے اور اقوی بھی یہی ہے۔''

۱۱۔ سید ابوالحسن اصفہانی (ت ۱۳۶۵ھ):

"الغناء حرام فعله و سماعه والتكسب به، وليس هو مجرد تحسين الصوت، بل هو مد الصوت و ترجيعه بكيفية خاصة مطربة تناسب مجالس اللهو و محافل الاستيناس والطرب، ويوالم مع آلات الملاهي واللعب" (۲۱)

مرحوم ابوالحسن اصفہانی نے فرمایا ہے ''غناء کا انجام دینا، اس کا سننا اور اس کو تجارت کا ذریعہ بنانا حرام ہے۔ اور صرف آواز کے پر کشش بنانے کو

غناء نہیں کہتے ہیں بلکہ آواز کو کھینچنا اور اس میں اس قسم کی ترجیع ایجاد کرنا جو طرب آور ہو اور محافل لہو ولعب وعیاشی سے مناسبت رکھتی ہو اور بیہودگی کے تمام سازوسامان کے ساتھ ہو، غناء کہلاتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ کسی حق اور اچھے کلام میں یہ کیفیت ایجاد کی جائے جیسے قرأت قرآن، دعا، مرثیہ، وغیرہ، شعر ہو یا نثر، بلکہ ان موارد میں اس حالت کا ایجاد کرنا، دوسرے موارد کے مقابلہ میں زیادہ عقاب کا مستحق ہے۔''

۱۲۔ شیخ آل کاشف الغطاء (ت۱۳۷۲ھ):

"....ومنه الغناء: وهو مد الاصوات المعدة لمجالس اللهو و الطرب الباعثة عندهم -غالباً- على الصفق والرقص و نحوها من الحركات المنبعثة عن الخفة والطيش وهيجان القوى الحيوانية، و الضابطة ان الصوت ان علم انه من الاصوات المعدة لتلك المجالس و لارباب اللهو و الطرب و كان محدثا للسامع تلك الخفة، فلا اشكال فى حرمته،" (۴۲)

شیخ آل کاشف الغطاء کا کہنا ہے کہ:

(ایسے کام جن کا انجام دینا حرام ہے، ان کے ذریعہ کسب معاش کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، یعنی وہ تمام اعمال جن کی حرمت ذاتی ہے ان کے

ذریعہ تجارت بھی حرام ہے۔) ان کاموں میں سے ایک غناء ہے۔ وہ مترنم آواز جس کا شمار ان گانوں میں ہوتا ہے جنہیں معمولاً عیاشی کی محفلوں میں گایا جاتا ہے اور جس کے نتیجہ میں عام طور پر محفل کے شرکاء کے دلوں میں ایک خاص سرور پیدا ہوتا ہے، ان کے حیوانی عزائم تحریک ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں تالی بجانے یا رقص کی خواہش سر ابھارتی ہے۔ ایسی آواز غناء کہلاتی ہے۔ پس ضابطہ یہ ہے کہ:

''اگر ہمیں کسی مترنم آواز کے بارے میں پتا چلے کہ اس کا شمار ان گانوں میں ہوتا ہے جنہیں عام طور پر بیہودہ محافل میں گایا جاتا ہو یا بیہودہ افراد عام طور پر ایسے گانے گاتے ہیں اور سننے والوں کے لئے بیہودہ احساس بھی ایجاد کرے تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔''

۱۳۔ سید محسن الحکیم (ت۱۳۹۰ھ)

آیت اللہ محسن الحکیم نے اپنے رسالہ عملیہ "منهاج الصالحین" میں فرمایا ہے:

"الغناء حرام اذا وقع على وجه اللهو و الباطل، و كذا

استماعه، و المراد منه ترجيع الصوت على نحو

خاص، وان لم يكن مطرباً" (۲۳)

ان کا کہنا ہے ''غناء کو اگر لہوی اور باطل انداز میں انجام دیا جائے تو اس کا انجام دینا اور سننا دونوں حرام ہیں، اور غناء سے مراد آواز میں ایک خاص قسم کی ترجیع کا پیدا کرنا ہے، چاہے وہ طرب آور نہ بھی ہو۔

شہید باقر الصدر (ت ۱۴۰۰ھ) نے ان کی تعریف پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھا ہے:

"الظاهر عدم الحرمة اذا لم يكن من شأنه ايجاد الطرب والخفة"

بظاہر اگر غناء میں ذاتاً طرب وخفت ایجاد کرنے کی خصوصیت نہ ہو تو وہ حرام نہیں ہے۔

۱۴۔ امام خمینی (ت ۱۴۰۹ھ):

"الغناء حرام فعله و سماعه و التكسب به و ليس هو مجرد تحسين الصوت، بل هو مده و ترجيعه بكيفية خاصة مطربة تناسب مجالس اللهو و محافل الطرب و آلات اللهو و الملاهي." (۴۴)

امام خمینی نے اپنے رسالۂ عملیہ "تحریر الوسیلہ" میں فرمایا ہے کہ غناء کا انجام دینا، اس کا سننا اور اس کو تجارت کا ذریعہ بنانا حرام ہے۔ اور صرف آواز کے پرکشش بنانے کو غناء نہیں کہتے بلکہ آواز کو کھینچنا اور اس میں

اس قسم کی ترجیع ایجاد کرنا جو طرب آور ہو اور محافل لہو لعب و عیاشی سے مناسبت رکھتی ہو اور بیہودگی کے تمام ساز و سامان کے ساتھ ہو، غناء کہلاتا ہے.

۱۵۔ آقائے خوئی (ت ۱۴۱۳ھ)

"الغناء حرام اذا وقع علی وجه اللهو و الباطل، بمعنی ان تکون الکیفیة لهویة والعبرة فی ذلك بالصدق العرفی۔" (۲۵)

آقائے خوئی نے اپنے رسالۂ عملیہ "منهاج الصالحین" میں غناء کے معنی کچھ یوں بیان کیے ہیں:

غناء کو اگر لہوی اور باطل انداز میں انجام دیا جائے تو وہ حرام ہے، یعنی کیفیت کے اعتبار سے وہ لہوی حالت پر مشتمل ہو اور اس کی تشخیص میں معیار عرف عام ہے۔

۱۶۔ آیت اللہ ابوالاعلیٰ سبزواری (ت ۱۴۱۴ھ):

"الغناء حرام اذا وقع علی وجه اللهو و الباطل، و کذا استماعه، و المراد منه ترجیع الصوت علی نحو خاص وان لم یکن مطرباً" (۲۶)

مرحوم سبزواری نے اپنے رسالہ عملیہ "منهاج الصالحین" میں غناء کی

تعریف اس طرح سے بیان کی ہے: غناء کا انجام دینا اور سننا دونوں حرام ہے اگر اسے لہوی اور باطل انداز میں انجام دیا جائے، اور اس سے مراد آواز میں ایک خاص قسم کی ترجیع کا ایجاد کرنا ہے، چاہے وہ مطرب نہ بھی ہو۔

۱۷۔ شیخ زین الدین (ت ۱۴۱۹ھ):

"الغناء هو مد الصوت و تلحينه على الكيفيات اللهوية المعروفة في مجالس اللهو و عند اهله، سواء صحبه شئى من آلات الطرب ام لا و يميزه اهل العرف، فما صدق عليه بين اهل العرف انه غناء فهو منه۔" (۲۷)

شیخ زین الدین نے اپنے رسالہ عملیہ "كلمة التقوى" میں غناء کی اس طرح سے تعریف بیان کی ہے''غناء آواز کو کھینچنا اور اس میں ایسے لہوی الحان کے ایجاد کرنے کا نام ہے جو عام طور پر بیہودہ محافل اور بیہودہ افراد کے درمیان رائج ہیں چاہے اس کے ساتھ آلات طرب (ساز باجے وغیرہ) ہوں یا نہ ہوں۔ اور اس کی تشخیص اہل عرف کے ذمہ ہے۔ لہٰذا جس چیز کو بھی عرف غناء کا نام دیدے وہی غناء ہے۔

۱۸۔ آیت اللہ خامنہ ای حفظہ اللہ:

"الغناء هو صوت الانسان اذا كان مع الترجيع المطرب المتناسب مع مجالس اللهو و المعصية، ويحرم التغني على هذا النحو و كذا الاستماع اليه" (۲۸)

آقای خامنہ ای نے ایک سوال کے جواب میں غناء کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ ''وہ انسانی آواز جس میں بیہودہ اور گناہ کی محافل سے مناسبت رکھنے والی ترجیع اور طرب آوری پائی جائے، غناء کہلائے گی اور اس انداز میں گانا اور اس کا سننا دونوں حرام ہیں۔''

۱۹۔ آیت اللہ سیستانی حفظہ اللہ:

"الغناء حرام فعله و استماعه و التكسب به. والظاهر انه كلام اللهوي -شعراً كان او نثراً- الذى يؤتى به بالالحان المتعارفة عند اهل اللهو و اللعب. و في مقوميه الترجيع والمد له اشكال، و العبرة بالصدق العرفى." (۲۹)

آیت اللہ سیستانی نے اپنے رسالہ عملیہ "منهاج الصالحين" میں غناء کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔ ''غناء کا انجام دینا، اس کا سننا اور اس کو

تجارت کا ذریعہ بنانا حرام ہے، اور بظاہر وہ ایسا لہوی کلام ہے (شعر کی صورت میں ہو یا نثر میں) جسے عام طور پر بیہودہ اور عیاش افراد کے درمیان رائج الحان کے مطابق ادا کیا جاتا ہے۔ اور صرف آواز کا کھینچنا یا اس میں ترجیع کا پایا جانا غناء کے عنوان کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے عرف عام کی نظر معیار و ملاک ہے۔''

جیسا کہ ہم نے لغوی تعریفات کے باب میں تمام تعریفات کے نچوڑ، خلاصہ اور ان سے حاصل شدہ نتائج کو جدول کی شکل میں پیش کیا تھا، بالکل اسی طرح یہاں پر بھی پیش خدمت ہے۔

لہٰذا مذکورہ تعریفات میں غور وفکر کے بعد اس میں سے تکراری موارد کو نکال کر تعریفات کا درج ذیل نچوڑ ہمارے سامنے آتا ہے:

فقہی آراء کا خلاصہ

۱۔غناء ایسی سنی جانے والی آواز ہے جس میں لحن پایا جاتا ہو اور طرب آور بھی ہو۔	شہید اوّل، شہید ثانی مسالک الافہام میں)، محقق کرکی، یہ تعریف ابن قوطیہ کی تعریف کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔
۲۔ہر وہ آواز جس کو عرف عام میں غناء کہا جائے اگر طرب آور نہ بھی ہو تب بھی غناء ہے۔	امیر طباطبائی، بعض فقہاء (مسالک کے قول کے مطابق)
۳۔غناء ایسی سنی جانے والی آواز ہے جس میں لحن پایا جاتا ہو اور طرب آور بھی ہو بشرطیکہ اس آواز کو اس کے لئے منعقد کی گئی بیہودہ محفل میں اداء کیا جائے۔	محقق سبزواری (صاحب کفایۃ الاحکام) محقق فیض کاشانی۔ یہ تعریف ابوالبقاء (صاحب الکلیات) کی بیان کی ہوئی تعریف سے مطابقت رکھتی ہے۔
۴۔غناء ایسی سنی جانے والی آواز ہے جس میں لحن پایا جاتا ہو، طرب آور ہو اور بیہودگی پر مشتمل ہو۔	شیخ انصاری۔
۵۔غناء ایسی سنی جانے والی	سید ابوالحسن اصفہانی، کاشف الغطاء

لحن پر مبنی آواز ہے جس سے اس کا ادا کرنے والا تو طرب میں آتا ہی ہے سننے والے کے لئے بھی ایسی طرب آوری کا باعث بنتی ہے جو عام طور پر عیاشی کی محفلوں میں طاری ہوتی ہے۔	امام خمینی، آیت اللہ خامنہ ای
۶۔ غناء ایسی سنی جانے والی لحن دار آواز ہے جس کو بیہودہ اور عیاش افراد کے طور طریقوں کے مطابق گایا گیا ہو۔	سید محسن الحکیم، شہید باقر الصدر، مرحوم سبزواری۔
۷۔ ہر وہ چیز جو عرف عام میں غناء کہلائے، وہی غناء ہے۔	محدث بحرانی، شیخ نجفی (صاحب جواھر الکلام) آقائے خوئی، شیخ زین الدین، آیت اللہ سیستانی۔

مندرجہ بالا تعریفوں کے خلاصہ سے ہم نتیجہ کے طور پر ۴ تعریفوں کو حاصل کرتے ہیں:

۱۔ غناء وہ مترنم آواز ہے جس کو عرف عام میں غناء کہا جائے۔

۲۔ غناء صرف وہ مترنم آواز ہے جس سے پیشہ ور گانے والے اس کے لئے منعقد کی گئی بیہودہ محافل میں استفادہ کرتے ہیں۔

۳۔ غناء وہ گانا ہے جسے بیہودہ اور عیاش افراد کے درمیان رائج انداز میں گایا جاتا ہے۔

۴۔ غناء ہر اس مترنم آواز کو کہتے ہیں جسے گایا گیا ہو اور اس میں طرب آوری بھی پائی جائے، چاہے اسے بیہودہ محفل میں گایا جائے یا کسی اور محفل میں۔

پس فقہاء نے غناء کے مفہوم کو بیان کرنے کے لئے دو طریقوں سے استفادہ کیا ہے۔

۱۔ تعریف ۲۔ حوالہ دینا

تعریف:

۱۔ غناء = کلام + لحن + اداء + اطراب (طرب آوری)۔

غناء = کلام + لحن + اداء بیہودہ طریقہ ہے۔

غناء = کلام + لحن + اداء بیہودہ محفل ہے۔

حوالہ دینا:

بعض فقہاء نے خود کوئی تعریف بیان نہیں کی ہے بلکہ اس کے لئے عرف عام کی طرف حوالہ دیا ہے کہ اس کی نظر میں جو کچھ بھی غناء ہے وہی اس کی تعریف ہے۔

حرام غناء کی تعریف

حرام غناء کی تعریف

جیسا کہ قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ فقہ کی اصطلاح میں غناء کے معنی کو بیان کرنے کے سلسلہ میں ہم نے بعض فقہاء کے نظریات کو بیان کیا اور ان کا نچوڑ بھی پیش کر دیا۔ اب ہم چاہتے ہیں مجموعی طور پر فقہی اصطلاح میں غناء کے جو معنی ہماری سمجھ میں آتے ہیں، بیان کریں۔ لیکن اس سے پہلے ایک ابتدائی گفتگو ضروری ہے جس پر تھوڑی توجہ کی ضرورت ہے۔

کسی بھی کلمہ کے اصطلاحی معنی کو بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ بحث یا گفتگو کس علم، صنعت یا فن کے دائرہ میں ہے؟ پھر اس علم کے اہداف کی روشنی میں اس لفظ کے اصطلاحی معنی کو وضع کیا جاتا ہے مثال کے طور پر "ربا" لغت میں منفعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن علم تجارت میں مختلف ضمنی اہداف کے تحت اس کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح علم فقہ میں بھی اس کے اُوپر لاگو ہونے والے شرعی حکم کے مطابق اس کے مختلف معنی معین ہیں اسی طرح غناء کے اصطلاحی معنی کو بیان کرنے کے لئے پہلے اس نکتہ کی طرف توجہ ضروری ہے کہ ہماری بحث کس دائرہ میں ہے؟ یہ

بات ہماری گفتگو کے عنوان (اسلام میں موسیقی و غناء کا حکم) سے روشن ہو جاتی ہے کہ موجودہ گفتگو کا مقصد یہ نہیں ہے کہ علم موسیقی و غناء میں جا کر ان کی ایک فنی تعریف بیان کریں۔ فقہ میں غناء کی تعریف کو معین کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے اُوپر لاگو ہونے والے شرعی حکم کو سمجھا جائے۔

اصولاً دین کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بشر کو اس کے کمال کا راستہ دکھایا جائے وہ کام جو اس راستہ کو طے کرنے کے لئے ضروری ہیں ان کو انجام دینے کی تاکید کرے وہ چیزیں جو مضر ہیں ان کی نشاندہی کرے اس کے علاوہ دینی قائدین کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ معاشرہ میں ارتقاء و تکامل کا ماحول پیدا کریں، اس کے لئے زمین ہموار کریں، وسائل اور امکانات کو فراہم کریں اور اس راہ میں موجود موانع کو ہٹائیں وغیرہ۔ جو امور بہت زیادہ ضروری ہیں ان کے انجام دینے کے بارے میں باقاعدہ حکم کے ذریعہ تاکید کی گئی ہے اور جو چیزیں بہت زیادہ نقصان دہ ہیں ان کے ترک کرنے کے لئے بھی باقاعدہ ممانعت کی گئی ہے جیسے عبادات میں خدا کو ہی سجدہ کرنے اور اسی کی پرستش کا حکم آیا ہے اور غیر خدا کو پوجنے کی سختی سے ممانعت آئی ہے اسی طرح معاملات میں جہاں کسب معاش کی سفارش آئی ہے وہاں، چوری، دھوکہ بازی اور فریب کاری کی بھی شدت سے مذمت ہوئی ہے، انتظامات

میں دینی رہنما (نبی، امام، نائب امام) کی پیروی کو واجب قرار دیا گیا ہے دوسری طرف باطل کے آگے سر جھکانے کو ذلت و پستی کا آخری درجہ قرار دے دیا گیا ہے۔۔۔وغیرہ۔ یہ وہ امور ہیں جن کا انجام دینا یا ترک کرنا بہت ضروری ہے، ان کے علاوہ اگر کوئی کام بنیادی اہداف کے حصول میں بہت ضروری تو نہیں ہے لیکن اس کا انجام دینا یا ترک کرنا انسان کو اپنے مقصد سے نزدیک کرتا ہے تو اسکے بارے میں رہنمائی کی گئی ہے کہ فلاں کام کو انجام دینا یا فلاں کام کو ترک کرنا مفید ہے۔ اس رہنمائی کو فقہاء کی اصطلاح میں ''ارشاد'' یا ''حکم ارشادی'' کہتے ہیں۔ انہی اصول وضوابط یا ملاکات کی بنیاد پر اسلام میں زندگی کے امور کو شرعی احکام کے لحاظ سے پانچ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔ واجب :

وہ کام جن کا انجام دینا بہت ضروری ہے اور ان کا ترک کرنا مکمل انحراف کا باعث بنتا ہے۔

۲۔ حرام :

وہ کام جن کا ترک کرنا بہت ضروری ہے اور ان کا انجام دینا مکمل انحراف کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ مستحب:

وہ کام جن کا انجام دینا بہت ضروری تو نہیں لیکن ہدف کی سمت حرکت میں سرعت کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ مکروہ:

وہ کام جن کا ترک کرنا بہت ضروری تو نہیں لیکن انجام دینے سے سرعت میں کمی آجاتی ہے۔

مندرجہ بالا ۴ قسم کے احکام کا سرچشمہ وہ اصول وقوانین ہیں جو آیات و روایات میں مختلف طریقوں سے بیان ہوئے ہیں۔

۵۔ مباح:

یہ وہ امور ہیں جن کے انجام دینے کے بارے میں نہ تو کوئی تاکید آئی ہے اور نہ ہی ترک کرنے کے بارے میں کوئی اشارہ۔ ان امور کی افادیت یا ضرر کو انسانی عقل کے اختیار میں دیا گیا ہے کہ انسان اگر ہوشیاری سے کام لے تو ان کو اپنے فائدہ میں استعمال کرسکتا ہے اور مزید ترقی کے دروازے کھول سکتا ہے۔

آیئے اب ہم اپنے موضوع میں دیکھیں کہ ''غناء'' کا شمار کن امور میں ہوتا ہے؟ کیا غناء ان امور میں سے ہے جن کا انجام دینا بہت ضروری ہے

یعنی

واجب ہے؟ یا نہیں بلکہ ان امور میں سے ہے جن کے بارے میں سختی سے ممانعت آئی ہے یعنی اسے حرام قرار دیا گیا ہے؟ یا پھر اس کو کسی اور حکم کے تحت قرار دیا گیا ہے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ آیات و روایات میں جا کر دیکھا جائے کہ وہاں اس بارے میں کیا کہا گیا ہے۔

مجموعی طور پر جو روایات ہمیں اس باب میں ملتے ہیں وہ غناء کی دو حالتوں کے سبب ان پر لاگو ہونے والے دو احکام کو بیان کرتے ہیں ایک حرام اور دوسرا مستحب۔ یعنی غناء بعض حالتوں میں حرام ہے اور بعض امور میں مستحب ہے۔ ہمارے لئے جو بات اس وقت اہم ہے وہ یہ کہ سب سے پہلے غناء کی اس حالت کو مشخص کریں جس کو حرام کہا گیا ہے تا کہ ایک قطعی انحراف سے بچاؤ ہو سکے اسی لئے فقہاء کرام نے اپنی تعریفوں میں اپنی تمام تر توجہ کو اس غناء پر متمرکز کیا ہے جو حرام امور پر مشتمل ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت آگے چل کر ہو جائے گی۔ اسلامی منابع خاص طور پر روایات کے مطالعہ سے حرام غناء کی جو تعریف ہماری سمجھ میں آتی ہے اسے ہم مختصر اور مفید الفاظ میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں:

''وہ مترنم آواز جسے عیاش اور بیہودہ افراد کے درمیان رائج انداز میں

ادا کیا گیا ہو، حرام غناء ہے۔''

آواز کے ''مترنم'' ہونے کی قید سے تمام غیر مترنم آوازیں جیسے عام گفتگو یا نثری کلام اس تعریف کی حدود سے خارج ہو جاتے ہیں جبکہ گانا، گنگنانا، غزل سرائی، مرثیہ خوانی، نعت خوانی، ترانے، تلاوت قرآن وغیرہ سب شامل ہو جاتے ہیں۔ ''بیہودہ اور عیاش افراد کے درمیان رائج انداز'' کی قید سے ان سب شامل ہونے والے مصادیق پر ایک قید کا اضافہ ہو جاتا ہے جس کے وجود سے وہ سارے مصادیق حرام امور کے زمرے میں آ جاتے ہیں اور اس کے فقدان سے سب کا شمار حلال امور میں ہونے لگتا ہے۔

یہ وہ قید ہے جس کی وجہ سے اس فن پر حرمت کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ''بیہودگی'' اور ''عیاشی'' کو جسے حدیث و روایت کی زبان میں ''لہو ولعب'' یا ''ملاھی'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے صحیح اور واضح طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ اس کی وضاحت ہم کسی اور موقع پر بیان کریں گے۔

عہد نبوی وعہد صادقین علیہم السلام

عہد نبوی وعہد صادقین علیہم السلام

ان روایات کو جو غناء کی فقہی تعریف کا سر چشمہ ہیں اور جن کے ذریعہ اس کے اُوپر لاگو ہونے والے شرعی حکم کا استنباط کیا جاتا ہے۔ انہیں زمانہ کے لحاظ سے دو عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک عہد نبویؐ اور دوسرا عہد صادقین (امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ)۔ ان دونوں زمانوں میں روایات کا لب و لہجہ ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہے۔ اس لئے کہ عہد نبویؐ میں غناء کا استعمال بیہودگی اور لہو ولعب میں اتنا شدید نہیں تھا کہ اس لفظ کا استعمال انہی امور میں محصور ہو کر رہ جائے اور جتنا تھا اس کے بطلان کا حکم بھی بالکل واضح تھا۔ لیکن صادقینؑ کا دور اس سے کہیں زیادہ مختلف تھا۔ اگر اس دور کو تحریفات اور ایجاد شبہات کا دور کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس کی وجہ اس وقت کے اسلامی معاشروں کی صورتحال تھی، ذرا غور فرمائیں!

پیغمبر اکرمؐ نے اسلام کا بیج بویا جس کی آبیاری آپؐ نے اور آپؐ کے صاحب فراست اور دلیر اصحاب نے اپنے خون پسینہ سے کی۔ جس کے نتیجہ میں یہ بیج بتدریج ایک شاداب اور معطر پودے میں تبدیل ہو گیا لیکن ابھی اس

کو ایک تناور درخت بننے کے لئے وقت درکار تھا۔ اس حالت میں آپؐ نے رحلت فرمائی اور یہ پودا ایک بہت بڑے طوفان سے دوچار ہو گیا، اس موقع پر اس کی حفاظت علیؑ جیسے سرفروش صحابیوں نے کی اور طوفانی ہواؤں کے تھپیڑوں کو اپنے سینہ پر سہہ کر اس پودے کے لئے ہوا کے جھونکوں میں تبدیل کیا۔ یہاں تک کہ کربلا میں امام حسینؑ نے اپنے اور اپنے جاں نثاروں کے خون سے اس پودے کی آبیاری کا ایک مستقل نظام قائم کر کے خداوند عالم کے اس عہد کو عملی جامہ پہنا دیا جس میں اس نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔

"انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" (۳۰)

بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہاں سے اسلام کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوا اور انتہائی تیزی کے ساتھ یہ پودا ایک ایسے تناور درخت میں تبدیل ہو گیا جس کے سایہ سے اپنے تو اپنے، دشمن بھی فائدہ اٹھانے لگے، وہی دشمن جو کل تک اس کو نیست و نابود کرنے پر تلا ہوا تھا آج اپنی زندگی کی بقاء کے لئے اسلام کا نعرہ لگانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ادھر فتوحات اسلامی کا سلسلہ جو خلیفہ ثانی کے دور سے شروع ہوا تھا اب تک جاری تھا اور عرب مسلمانوں کا دوسری اقوام کے ساتھ میل جول اور معاشرت بڑھ رہی تھی۔ ان ثقافتی مبادلات کے نتیجہ میں مختلف

علوم وفنون اوراس دین کی ترقی وتکامل کے لئے زینہ فراہم ہونے لگا جس کا نعرہ ہی علم وآگاھی کی روشنی پھیلانا تھا۔ اس موقع سے ان دو بزرگوںؑ نے بہترین فائدہ اٹھایا، علمی مراکز قائم کیے، زبردست شاگرد تربیت کئے اور علمی مباحثوں کے ذریعہ اسلام کی صحیح تبیین شروع کردی۔ دوسری طرف خلافت کوملوکیت میں تبدیل کیا جاچکا تھا جبکہ اس طرز حکومت اور اسلام کے تعلیمات میں کوئی سنخیت نہیں پائی جاتی تھی لہٰذا اس کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے خلفاء وقت نے، علم ودانش کے بہتے ہوئے گنگا میں ہاتھ دھونے کی کوشش کی اور علمی و ثقافتی مبادلات کی آڑ میں مغرض اور اسلام دشمن نام نہاد دانشوروں کی پشت پناہی شروع کردی، ان کے ذریعہ دینی امور میں شبہات پیدا کئے اوراپنے اعمال کی توجیہہ کروانے کی کوشش کی تاکہ ایک طرف تو ائمہؑ دفاع میں مصروف ہوجائیں اور دوسری طرف عوام کی توجہ بھی امراء کے اعمال سے ہٹی رہے اور وہ خود جس طرح چاہیں عیش وعشرت کی زندگی گوارتے رہیں۔ ائمہؑ اوران کے لائق شاگردوں نے اس محاذ پر خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انتہائی واضح انداز میں حق و باطل کے درمیان قائم حدود کو اچھی طرح اجاگر کیا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب غناء کا فن اپنے پورے وجود کے ساتھ صرف اورصرف شراب وکباب اور بیہودگی سے بھری ہوئی محفلوں کے

لئے مخصوص ہوا۔ یہاں تک کہ یہ لفظ اپنے حقیقی معنی کے بجائے اب صرف عیاشی کی محفلوں میں گانے بجانے پر حمل کیا جانے لگا۔ اسی لئے روایات میں کہیں پر بھی باقاعدہ تعریف نہیں ملی ہے بلکہ اس کے متعارف معنی کو مسلمات کے خانے میں رکھ کر صاف صاف اس کا حکم بتایا گیا ہے۔ آیئے اب ہم ان آیات و روایات کو بیان کریں جن سے غناء کے بعض حالات میں حرام ہونے کا حکم سمجھ میں آتا ہے۔

آیت ۱:

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

"ذلك و من يعظم حرمت الله فهو خير له عند
ربه و احلت لكم الانعم الا ما يتلى عليكم
فاجتنبوا الرجس من الاوثان و اجتنبوا قول
الزور." (۳۱)

حج سے متعلق احکام کے بیان کرنے کے بعد خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ "یہ حج کے احکام ہیں انہیں اچھی طرح سیکھ لو اور جو شخص خدا کے نزدیک قابل احترام امور کی تعظیم کرے گا تو وہ اپنے پروردگار کے نزدیک بہترین مقام کا حقدار قرار پائے گا اور ان جانوروں کے علاوہ جو تمہارے لئے بیان کر دیئے جائیں گے تمام چوپائے تمہارے واسطہ حلال کئے گئے تو اب تمہیں

چاہیے کہ ناپاک بتوں کی پرستش اور باطل اقوال سے اجتناب کرو۔''

اس آیت میں ہماری بحث کا موضوع "اجتنبوا قول الزور" کا جملہ ہے۔ مفسرین اور ان سے متاثر لغویین نے قول زور کے مختلف معانی بیان کئے ہیں جیسے مجالس لہو ولعب، غناء کی محفلیں، جھوٹ، تلبیة المشرکین، (۳۲) باطل، جھوٹی شہادت۔ کتب حدیث میں جستجو کے بعد ہمیں درج ذیل ایسی روایتیں ملی ہیں جن سے یہاں پر استدلال ہوسکتا ہے۔

روایت ۱:

"محمد بن يحيى عن احمد بن محمد عن محمد بن خالد والحسين بن سعيد جميعاً عن النضر بن سويد عن درست عن زيد الشحام قال سألت ابا عبدالله عليه السلام عن قول الله عزوجل "فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور" فقال الرجس من الاوثان الشطرنج و قول الزور الغناء"(۳۳)

روایت ۲:

اسی حدیث کو ابن ابی عمیر نے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے۔

"علي بن ابراهيم، عن ابيه، عن ابن ابي عمير، عن بعض اصحابه عن ابي عبدالله عليه السلام في قول

الله تبارك وتعالى....الخ۔" (۳۴)

روایت ۳:

"عـدة من اصحابنا عن سهل بن زياد عن يحيى بن المبارك عن عبدالله بن جبلة عن سماعة بن مهران عن ابي بصير قال سألت ابا عبدالله عليه السلام عن قول الله عزوجل "فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور" قال: الغناء.(۳۵)

روایت ۴:

شیخ صدوق معانی الاخبار میں کہتے ہیں:

"حدثنا ابي -رحمه الله- قال حدثنا سعد بن عبدالله، عن احمد بن محمد بن عيسى عن محمد بن يحيى الخزاز عن حماد بن عثمان عن ابي عبدالله عليه السلام قال، سألته عن قول الزور، قال: منه قول الرجل للذي يغني "احسنت"(۳۶)

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے معنی پوچھے ہیں اور امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں "قـول الـزور" کے معنی "غناء" بتائے ہیں البتہ چوتھی روایت میں ذرا مختلف انداز میں اس کے معنی کو بیان کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے

فرمایا ہے کہ قول زور (کے مصادیق) میں سے ایک، تحسین آمیز کلمات ہیں جو گانے والے کی تعریف میں اس کی تشویق کے لئے کہے جاتے ہیں جیسے ''احسنت''یعنی واہ واہ وغیرہ۔

ان روایات کے بارے میں درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

۱۔ پہلے مرحلہ پر یہ عرض کرتے چلیں کہ پہلی روایت صحیحہ ہے۔ دوسری روایت مرسلہ ہے لیکن چونکہ مرسلہ ابن ابی عمیر ہے لہٰذا اس کی صحت میں بھی کوئی شک نہیں ہے اس لئے کہ ابن ابی عمیر ان اصحاب ثلاثہ میں سے ہیں جن کے بارے میں خاص توثیق موجود ہے اور مشائخ رجال نے بھی اسی کی بنا بر ان کے بارے میں "لا یروون ولا یرسلون الا عن ثقة" کا قاعدہ و قانون بنایا ہے۔ اس کی تفصیل رجال کی کتب میں موجود ہے۔ تیسری روایت موثقہ ہے اور چوتھی روایت بھی صحیح السند ہے۔

۲۔ یہ تمام روایات امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوئی ہیں، یعنی ان کا تعلق عہد صادقینؑ سے ہے۔ پہلی تین روایتوں میں امامؑ نے صراحت کے ساتھ قول زور کو غناء بتایا ہے لیکن چوتھی روایت میں گانے والے کی تشویق میں کہے گئے تحسین آمیز کلمات کو قول زور کے مصادیق میں سے ایک بتایا ہے۔ یعنی قول زور کے معنی کچھ اور ہیں، اس کا ایک مصداق یہ تحسین آمیز کلمات ہیں۔

اس کے علاوہ قول زور کے بعض معانی کو مختلف مفسرین نے بھی بیان کیا ہے جن کی طرف شروع میں ہم نے اشارہ بھی کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان میں سے کس معنی کو ترجیح دی جائے؟

اگر کہا جائے کہ روایت کو ترجیح حاصل ہے تب بھی خود امام صادق علیہ السلام سے نقل ہونے والی روایتوں میں ہمیں کم از کم دو معنی ملتے ہیں۔ پھر کیا کریں؟

ہماری نظر میں یہ تمام معانی اپنی جگہ پر صحیح ہیں کیونکہ سب کا منشا کوئی نہ کوئی روایت یا لغت کی سند ہے۔ ان سب سے ہم مشترکہ طور پر ''باطل اقوال'' کے معنی کا استنباط کر سکتے ہیں، گویا یہ سب باطل اقوال کے مصادیق میں سے ہیں۔ لہٰذا جھوٹ، جھوٹی شہادت (گواہی)، بیہودہ گانے، بیہودہ گانوں کی تشویق و تحسین میں کہے گئے کلمات، تلبیہ مشرکین وغیرہ سب اس کے اندر آجاتے ہیں۔

روایات میں مختلف معانی کے پائے جائے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوالات مختلف مواقع پر اور مختلف قسم کے لوگوں کے سامنے امامؑ سے پوچھے گئے ہیں اور امامؑ نے بھی موقع و محل کی مناسبت سے اس وقت کے واضح باطل مورد کو اس کے جواب میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا امامؑ کے مختلف جوابوں سے پتا چلتا ہے کہ

قول زور سے مراد کوئی مخصوص باطل کلام نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ کلام ہے جو باطل پر مشتمل ہو۔

۳۔ اگر ہم روایت کے ظاہر کو معیار بنالیں کہ یہاں پر قول زور سے مراد غناء ہی ہے اور دوسری طرف اس کے بارے میں حکم آرہا ہے کہ اس سے اجتناب لازمی ہے اور اس سے ہمیں غناء کی حرمت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ تب بھی ہمارا مسئلہ حل نہیں ہوتا، اس لئے کہ ان روایات میں غناء کی تعریف بیان نہیں کی گئی ہے۔ یہاں گھوم پھر کر دوبارہ یہی سوال کھڑا ہو جاتا ہے کہ متعدد معانی میں سے کس طرح کسی ایک معنی کو ترجیح دی جائے؟ یہاں پر قاعدہ انصراف اور فہم عرفی کے ذریعہ ہم اپنے مسئلہ کو حل کرتے ہیں۔

قاعدہ انصراف:

اس کا مطلب یہ ہے کہ غناء کا لفظ جو روایات میں استعمال ہوا ہے اس سے اس زمانہ میں رائج معنی ہی مراد ہیں اور وہ دور بنی عباس کا دور ہے جب غناء کا استعمال صرف شراب و کباب اور بیہودگی کی محفلوں کے لئے مخصوص تھا۔

فہم عرفی:

اس سے مراد یہ ہے کہ امامؑ نے سوال کرنے والے کی سمجھ اور فہم پر اعتماد

کرتے ہوئے جواب دیا ہے یعنی غناء اس وقت کے عرف اور معاشرہ میں ایک واضح مفہوم کا حامل تھا جس کی تعریف کی ضرورت نہیں تھی۔ اس وقت کے عرف کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ تاریخ کی کتاب کی توجہ کے ساتھ ورق گردانی کی جائے اور دیکھا جائے کہ لوگ اس زمانہ میں غناء کا کیا تصور رکھتے تھے۔

نتیجہ:

۱۔ جب حکم واضح ہو۔

۲۔ لیکن حکم کے موضوع کی تعریف معین نہ ہو۔

۳۔ اور تعریف معین نہ ہونے کی وجہ، اس موضوع کا اس زمانہ میں عام فہم ہونا ہو، تو

۴۔ ضروری ہے کہ تاریخ کے اوراق سے اس زمانہ میں رائج اس موضوع کے معنی ومفہوم کو سمجھا جائے۔

۵۔ اور حکم کو اسی معنی پر لاگو کیا جائے۔

آیت ۲:

''والذین لا یشھدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراماً'' (۳۷)

خداوند عالم سورۃ فرقان میں اپنے نیک بندوں کے خصوصیات کو بیان

کرتے ہوئے ان کی ایک اہم خصوصیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ''(خدا کے نیک بندے) وہ ہیں جو باطل کے قریب نہیں پھٹکتے اور اگر انہیں کسی بیہودگی کا سامنا کرنا پڑے تو بزرگواری اور اعلیٰ ظرفی کے ساتھ اپنے دامن کو اس میں آلودہ ہونے سے بچاتے ہیں۔''

''زور'' کے معنی پر ہم پچھلی آیت اور اس سے متعلق احادیث کے ضمن میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، ۔لہٰذا یہاں پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا مدعا آیت کے ترجمہ سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ مفسرین نے یہاں پر بھی "شھادة الزور" کے متعدد معانی بیان کئے ہیں جیسے باطل پر مشتمل مجالس میں حاضر ہونا، غناء کی محفلوں میں حاضر ہونا، شرک، جھوٹی شہادت (گواہی) وغیرہ۔ اس آیت کے بارے میں جو روایات وارد ہوئے ہیں ان میں سے دو یہاں پیش خدمت ہیں۔

روایت ۱:

"علي بن ابراهيم عن ابيه عن ابن ابي عمير عن ابي ايوب عن محمد بن مسلم و ابي الصباح الكنانى عن ابي عبدالله عليه السلام في قول الله عزوجل والذين لايشهدون الزور قال هو الغناء" (۳۸)

روایت ۲:

"سهل بن زياد عن سعيد بن جناح عن حماد عن ابي ايوب الخزاز قال: نزلنا المدينة فاتينا ابا عبدالله عليه السلام فقال لنا: اين نزلتم؟ فقلنا: على فلان صاحب القيان فقال: كونوا كراماً، فوالله ما علمنا ما اراد به و ظننا انه يقول: تفضلوا عليه، فعدنا اليه فقلنا انا لاندري ما اردت بقولك: كونوا كراماً فقال: اما سمعتم قول الله عزوجل في كتابه: "واذا مروا باللغو مروا كراماً" (۳۹)

پہلی روایت میں راوی نے امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی دریافت کئے ہیں امامؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد غناء ہے یعنی وہ لوگ غناء کی محفلوں میں حاضر نہیں ہوتے۔ پچھلی گفتگو میں ہم غناء اور زور کے معانی بیان کر چکے ہیں لہٰذا ان کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے، ان وضاحتوں کی روشنی میں اس روایت کے معنی بھی روشن نظر آتے ہیں کہ اس زمانہ میں غناء کا کیا تصور لوگوں کے ذہنوں میں قائم تھا۔

دوسری روایت میں راوی نے اپنا قصہ بتایا ہے کہ ہم چند لوگ مدینہ آئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امامؑ نے پوچھا کہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟ تو ہم نے بتایا کہ فلاں شخص جو کئی مغنیہ

کنیزوں کا مالک ہے، اس کے ہاں رکے ہوئے ہیں، تو امامؑ نے فرمایا کہ وہاں شرافت و کرامت کے ساتھ پیش آنا، ہماری سمجھ میں پوری طرح آیا نہیں کہ امامؑ کی اس جملہ سے کیا مراد ہے؟ ہم نے خیال کیا کہ امامؑ اس شخص کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہم نے پلٹ کر امامؑ سے سوال کیا کہ آپ کی اس جملہ سے کیا مراد ہے؟ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ تب امامؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے خداوند متعال کا فرمان اس کی کتاب میں نہیں سنا ہے "واذا مروا باللغو مروا کراماً" جو بات اس روایت میں قابل غور ہے کہ وہ یہ کہ امامؑ نے انتہائی خوبصورت انداز میں ایک طرف تو مغنیہ کنیزوں کے پیشہ ورانہ عمل کو لغو اور بیہودگی قرار دیدیا اور دوسری طرف اس عمل کے مقابلہ میں مومنین کے سلوک کو بھی معین کر دیا کہ وہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ کیسے برتاؤ کریں۔

آیئے ذرا غور کریں کہ معاشرہ میں عام طور پر شریف اور اعلیٰ کردار کے حامل اشخاص کا رویہ بیہودگیوں کے مقابلہ میں کیسا ہوتا ہے؟ کیا بدتمیزی و بیہودگی کے جواب میں وہ لڑائی جھگڑے اور گالم گلوچ کا راستہ اختیار کرتے ہیں؟ یقیناً ایسا نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں ان میں اور ان بیہودہ افراد کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کیا وہ بالکل خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور چپ

سادھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کی اصلاح کی خاطر کوئی قدم نہیں اٹھاتے؟ ایسا بھی نہیں ہے۔ اگر چہ شاید کچھ لوگوں کے نزدیک یہ شرافت کی نشانی ہو لیکن ہمارے نزدیک شخصیت کی کمزوری اور ناکامی کی دلیل ہے، اس لئے کہ اس رویہ میں چند عیب ہیں:

۱۔ اس طرح سے خاموشی کا اختیار کر لینا، اس برے کام کی تقویت کا باعث بنتا ہے اور اس کو شہہ ملتی ہے۔

۲۔ یہ خاموشی خدا کے نیک بندوں میں مایوسی اور کمزوری کے فروغ کا سبب بنتی ہے

۳۔ یہ رویہ اسلام کے اس حکم سے تضاد رکھتا ہے جس میں تمام مومنین کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہیں، اس حکم کو اسلامی قانون کی اصلاح میں امر بالمعروف اور نھی عن المنکر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بالآخر وہ کونسا راستہ اختیار کرتے ہیں؟ امامؑ نے اپنے فرمان میں اسی راستہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جسے قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے کہ شریف انسان ایسے مواقع پر اپنے آپ کو تو اس برائی سے بچاتا ہی ہے لیکن اس برائی میں مبتلا شخص کو بھی ایسے معقول انداز میں نصیحت کرتا ہے کہ اگر اس برے اور بیہودہ عمل کا انجام دینے والا اصلاح کے قابل ہو تو وہ یقیناً اپنے فعل پر پشیمان ہو کر اس کو ترک کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے۔

آیت ۳:

''ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم و یتخذها هزواً اولئك لهم عذاب مهین و اذا تتلی علیه آیاتنا ولیٰ مستکبراً کان لم یسمعها کانّ فی اذنیه وقراً فبشره بعذاب الیم۔''(۴۰)

''اور لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی نادانی کے سبب بیہودہ کلام اِدھر اُدھر سے حاصل کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ دوسروں کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کرے اور خدا کی بھیجی ہوئی آیتوں اور نشانیوں کا مذاق اڑائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور جب اس کے لئے خدا کی بھیجی ہوئی آیتوں اور نشانیوں کو بیان کیا جاتا ہے تو وہ غرور و تکبر کے ساتھ ایسے منہ پھیر لیتا ہے جیسے اس نے انہیں سنا ہی نہیں جیسے وہ دونوں کانوں سے بہرہ ہی ہے۔ تو (اے رسول!) ایسے شخص کو دردناک عذاب کی بشارت دیدیجئے۔''

مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے اس آیت میں "لهو الحدیث" کے معنی کو چند معتبر روایات کے مطابق ''غناء'' بتایا ہے۔ اسی بنا پر فقہاء نے بھی اس کے ذریعہ غناء کی حرمت پر استدلال کیا ہے۔ ہم پہلے ان روایات کو بیان

کریں گے جن پر مفسرین اور فقہاء کی آراء کا دارومدار ہے پھر اس کے بارے میں وضاحت دیں گے۔

روایت ۱ :

"علي بن ابراهيم عن ابيه عن ابن ابي عمير عن علي بن اسماعيل عن ابن مسكان عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال: سمعته يقول: الغناء مما وعد الله عزوجل عليه النار و تلا هذه الآية: ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم و يتخذ ها هزوا اولئك لهم عذاب مهين(۴۱)

روایت ۲ :

ابن ابي عمير عن مهران بن محمد عن ابي عبدالله عليه السلام قال: سمعته يقول: الغناء مما قال الله: ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله۔ (۴۲)

روایت ۳ :

"علي بن ابراهيم عن ابيه عن ابن ابي عمير عن مهران بن محمد عن الحسن ابن هارون قال: سمعت اباعبدالله عليه السلام يقول: الغناء مجلس لا ينظر

الله الی اهله و هو مما قال الله عزوجل: "ومن الناس

من یشتری لهو الحدیث لیضل عن

سبیل الله۔"(۴۳)

پہلی روایت میں راوی امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ غناء ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں خداوند عالم نے جہنم کی وعید دے دی ہے اور پھر امامؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غناء لہوالحدیث یعنی بیہودہ کلام کے مصادیق میں سے ایک ہے۔

دوسری روایت میں بھی امام جعفر صادقؑ نے اس آیت کی تلاوت فرماتے ہوئے غناء کو لہوالحدیث کا ایک مصداق بتایا ہے۔

تیسری روایت میں راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا غناء وہ محفل ہے جس کے شرکاء خداوند عالم کے منظورِ نظر نہیں ہوتے (یعنی خدا کی رحمتیں ان کے شامل حال نہیں ہوتیں) اور وہ ان موارد میں سے ہے جن کے بارے میں خداوند متعال نے فرمایا ہے "ومن الناس....." یہ تھا روایات کا خلاصہ اور اب غورطلب نکات۔

۱۔ ان روایتوں کے تمام راوی ثقہ ہیں، لہٰذا تینوں صحیح السند ہیں۔

۲۔ جو بات آیت کے مفہوم سے واضح ہے وہ یہ کہ یہاں پر ایسے بیہودہ کلام کی مذمت ہو رہی ہے جو لوگوں کی گمراہی اور قرآنی آیات کے تمسخر کا سبب

بنے، یہاں غناء کے بارے میں گفتگو نہیں ہورہی ہے۔ لہٰذا امام نے جو غناء کی مذمت میں گفتگو فرماتے ہوئے اس آیت کی تلاوت فرمائی ہے، اصل میں انہوں نے اس زمانہ میں رائج "لھو الحدیث" کے ایک واضح اور اہم مصداق کو بیان کیا ہے اور اس کے انجام دینے والے کو جہنم اور خدا کی رحمتوں سے محرومی کا خوف دلایا ہے۔

۳۔ "لھو الحدیث" یعنی بیہودہ کلام ایک وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے جس میں فحش گوئی، گالم گلوچ، کفر آمیز یا کفر پر مبنی کلمات، غیبت، تہمت، جھوٹ وغیرہ سب کچھ آجاتا ہے، ان سب کو گا کر ادا کیا جائے یا سیدھے سادے نثری کلام میں بیان کیا جائے یہ "بیہودہ کلام" ہی رہے گا۔

اس کے علاوہ ہر کلام جائز ہے، ان جائز کلاموں میں مذکورہ حرام امور کے علاوہ سب کچھ شامل ہے۔ اس میں حمد باری تعالیٰ بھی شامل ہے چاہے اسے ترنم کے ساتھ پڑھا جائے یا عام گفتگو اور تقریر میں بیان کیا جائے کوئی فرق نہیں ہے، ثواب دونوں پر ملے گا۔

حرام غناء پر وارد ہونے والے روایات ایسا نہیں ہے کہ صرف قرآن مجید کی مذکورہ آیتوں کی تفسیر میں ہی وارد ہوئے ہوں، بلکہ مختلف موارد اور مقامات پر اس موضوع کے بارے میں معصومین علیہم السلام کے ارشادات

موجود ہیں۔ ہم اپنے اس مکتوب کے تفصیلی ہو جانے کے اندیشہ کی وجہ سے صرف ان عناوین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں جن کے تحت یہ روایتیں وارد ہوئی ہیں۔

ا۔ وہ تفسیری روایات جو قرآن میں وارد ہونے والے الفاظ "الـزور" اور "لھـو الـحـدیـث" کو غناء سے تعبیر کرتے ہیں۔ان میں سے بعض کو ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کیا ہے۔

۲۔ وہ روایات جو خود غناء سے متعلق واقعات و امور کے بارے میں صادر ہوئے ہیں۔ان کو بھی ہم ۴ ذیلی عناوین میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(الف) وہ روایات جو مغنیہ کنیزوں کے ذریعہ تجارت کرنے کے بارے میں ہیں.

(ب) وہ روایات جو خود مغنیہ کنیزوں کی قیمتوں کے بارے میں ہیں۔

(ج) وہ روایات جو "بیـوت الـغـنـاء" یعنی کوٹھوں (singing Houses) کے بارے میں ہیں۔

(د) وہ روایات جو بیہودگی اور عیاشی کی محافل کے بارے میں ہیں۔

فن کا صحیح وغلط استعمال

فن کا صحیح وغلط استعمال

ترنم بھری پرکشش آواز کی جذابیت اور اس کے انسانی روح پر اثرات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے، قدیم الایام سے ہی اس کی اہمیت حضرت انسان کے لئے روز روشن کی طرح آشکار تھی، اسی لئے اس کو باقاعدہ فن اور ہنر کی شکل میں ڈھالا گیا تاکہ اس میں ترقی وتکامل بھی حاصل ہوتا رہے۔ جیسا کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمیں نظر بھی آتا ہے۔

فن غناء (یعنی گلوکاری) اور فن موسیقی آج ایک مستقل علم وہنر کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، ان کے وسیع اور ہمہ گیر ہونے کا اندازہ اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ ان کی چمکتی دمکتی اور چھنچھناتی ہوئی زنجیروں میں معاشرہ کے ہر طبقہ کا فرد پرودیا جاچکا ہے۔ ماں کی لوری بچہ کی پرسکون نیند اور خوبصورت خوابوں کی ضامن ہے، چرواہے کی بانسری کی آواز جہاں خود اس کے لئے تنہائی اور بوریت دور کرنے کا باعث ہوتی ہے وہاں گلہ کے لئے امن وامان کا پیغام بھی لئے ہوئے ہوتی ہے کہ وہ سکون سے جگالی کرسکیں اور بھیڑیے

کے اس خوف کو دل سے نکال دیں جس سے ان کا دودھ تک خشک ہو جاتا ہے، دور دراز منزلوں کے مسافر بھی اپنی تھکن گنگنا کر ہی دور کرتے ہیں، قرآن کی دلنشین تلاوت اس آسمانی کلام کے اثرات کو کئی گنا زیادہ کر دیتی ہے، بڑے بڑے کارخانوں میں جہاں پر مشینوں کی گڑگڑاہٹ اور گھن گرج کانوں کے پردوں کو پھاڑ دینے کے درپہ ہوتی ہے، یہی ہلکی پھلکی موسیقی ہے جو کام کے دوران ان بے ہنگم آوازوں کے مضر اثرات سے انسان کو بچاتی ہے۔۔۔۔وغیرہ

ہمارا مقصد موسیقی وگلوکاری کی ترویج نہیں ہے بلکہ ان حقایق کا بیان ہے جس سے کوئی معقول شخص چشم پوشی نہیں کرسکتا۔ بلاشبہ یہ فن ایک ایسے آلہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کو حق و باطل یعنی صحیح وغلط دونوں ہی راستوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ وہی خنجر جو دشمن خدا کے خلاف حق کی حمایت میں استعمال ہوسکتا ہے اگر غلط ہاتھوں میں چلا جائے تو انبیاء کے سر بھی کاٹ سکتا ہے۔ لہٰذا اصل چیز وہ ہاتھ اور ان ہاتھوں کے پیچھے وہ دماغ ہیں جو اس فن کو اچھے یا برے مقاصد میں استعمال کرسکتے ہیں۔ اگر ان دماغوں میں اطاعت خداوندی مدنظر ہے تو وہ اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں اور اگر خوف خدا نہیں ہے تو پھر غلط استعمال اس کا ایک لازمی جزو بن جاتا ہے۔

مستحب اور جایز غناء

مستحب اور جایز غناء

غناء اور موسیقی کے غلط استعمال یعنی حرام غناء سے متعلق آیات و روایات کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس باب میں ہم بعض ایسی روایتوں کو بیان کر رہے ہیں جن میں بعض امور میں غناء کے مستحب یا جایز ہونے کی تصریح ہوئی ہے۔

روایت ۱ :

عنه، عن علي بن معبد عن عبدالله بن القاسم عن عبدالله بن سنان، عن ابي عبدالله عليه السلام قال: قال النبیؐ: لكل شئى حلية و حلية القرآن الصوت الحسن۔ (۴۴)

''امام صادقؑ رسول خدا سے نقل فرماتے ہیں کہ ہر شئی کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت اچھی اور جذاب آواز ہے۔''

روایت ۲ :

''عنه، عن ابيه عن علي بن معبد عن يونس عن عبدالله بن مسكان عن ابي بصير عن ابي عبدالله عليه السلام قال: قال النبیؐ: ان من اجمل الجمال الشعر الحسن

ونغمة الصوت الحسن۔"(۴۵)

امام صادقؑ رسول خدا سے نقل فرماتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا:

خوبصورت بال اور اچھی آواز کے راگ کا شمار بہترین زینتوں میں ہوتا ہے۔

روایت ۳ :

محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمد عن القاسم بن یحیی عن جده الحسن بن راشد عن ابي بصير عن ابي عبدالله عليه السلام قال: قال امير المؤمنين عليه السلام ان الله جميل يحب الجمال و يحب ان يرى اثر النعمة على عبده۔(۴۶)

اللہ خود بھی حسین وجمیل ہے اور حسن و جمال کو پسند بھی کرتا ہے اس لئے اس کو یہ بھی پسند ہے کہ اپنی نعمتوں کے آثار اور نشانیوں کو اپنے بندہ پر دیکھے۔

ان روایات سے ہمیں درج ذیل نکات سمجھ میں آتے ہیں:

۱۔ مخلوقات عالم میں ہر شئی کی ایک خوبصورتی ہے جس پر خداوند عالم نے اس کو خلق کیا ہے۔

۲۔ خوبصورتی ایک کمالی صفت ہے اس لئے ہر مخلوق اس صفت کو اپنانے کے لئے تگ و دو میں اسی طرح مصروف ہے جس طرح وہ اپنے دوسرے امور میں

کمال کی خواہاں ہے۔

۳۔ خداوند متعال کو اپنی مخلوق کا کمال تک پہنچنا پسند ہے بلکہ اس نے انہیں پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ اپنے اپنے کمال تک پہنچیں۔

۴۔ آواز کا کمال اس میں موجود دل نشینی ہے۔ آواز کی خوبصورتی کو اس میں موجود صرف ترنم والحان کے ذریعہ نہیں پرکھا جاتا بلکہ یہ بھی مدنظر ہوتا ہے کہ اس سے کس موقع پر؟ کس مقصد کے تحت اور کس بات کے کہنے کے لئے استفادہ کیا جارہا ہے؟ اگر سیاسی تقریر ہے تو پاٹ دار آواز اور لہجہ میں ٹھہراؤ وغیرہ اس آواز کا کمال ہوتے ہیں، لیکن اگر تلاوت قرآن کی محفل ہے تو ترتیل وصوت کا وہی لحن اختیار کرنا پڑے گا جو اس موقع پر ضروری ہے، یہاں پر تقریری انداز سے اس مقدس کلام کو خوبصورت نہیں بنایا جا سکتا۔ نعت کے اپنے الحان ہیں اور تلاوت کے بھی مخصوص اوزان ہیں، صحیح موقع پر صحیح استعمال ہی انہیں خوبصورت اور دلنشین بنا سکتا ہے۔

نتیجہ :

آواز میں ترنم، کشش اور جذابیت پیدا کرنا، مقہور خدا نہیں بلکہ محبوب خدا ہے بشرطیکہ اس کو اس کے تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے۔

دوسری طرف باری تعالی کا ارشاد ہو رہا ہے۔

قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبٰت من الرزق قل ھی للذین آمنوا فی الحیوٰة الدنیا خالصة یوم القیٰمة ۔ (۴۷)

''اے رسول! لوگوں سے کہیں کہ وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کو عطا کردہ زینتوں، خوبصورتیوں اور بہترین غذاؤں کو حرام قرار دے رہا ہے۔ ان کو بتا دیں کہ یہ تمام زینتیں اور اچھی غذائیں ان لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں جو اس دنیا میں آخرت پر خلوص دل کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔''

لہٰذا ہر وہ چیز جس میں خوبصورتی پائی جائے انسان کے لئے حلال قرار دی گئی ہے اور اس سے استفادہ کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ اب انسان کو چاہیے کہ ان نعمتوں کے شکرانہ کے طور پر ان سے استفادہ بھی کرے، اسی لئے اسلام نے اچھی اور مترنم آواز کو نہ صرف یہ کہ حرام نہیں کہا ہے بلکہ بعض مواقع پر تو اس کی طرف رغبت بھی دلائی ہے، شادی بیاہ کے موقع پر گانے بجانے سے متعلق جو روایات وارد ہوئے ہیں ان میں اتنی رغبت دلائی گئی ہے کہ غناء کے سخت ترین مخالفین بھی کم از کم ان مواقع پر اس کو مستثنیٰ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ درج ذیل روایات پر غور فرمائیں:

۱۔ شیخ طوسی نے اپنی امالی میں اس حدیث کو رسول گرامیؐ سے نقل کیا ہے کہ

ایک دن آنحضرت علی بن ہبار کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ کہیں سے دف بجانے کی آواز آئی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا یہاں کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آج علی بن ہبار کی شادی ہے اور یہ شادی بیاہ کے گیت کی آواز ہے جو اس کے گھر سے آرہی ہے۔ اس موقع پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا: کتنی اچھی بات ہے کہ اس قسم کی آوازیں شادی والے گھر سے بلند ہوتی رہیں، یہ نکاح اور شادی کو زینت بخشتی ہیں۔ نکاح اور سفاح میں یہی فرق ہے۔ (سفاح غیر مشروع نزدیکی یعنی زنا کو کہتے ہیں جسے چھپ چھپا کر بغیر کسی شور شرابے کے انجام دیا جاتا ہے۔)

اس کے بعد آپؐ نے مزید فرمایا: اپنے شادی بیاہ کو دھوم دھڑ کے کے ساتھ انجام دو اور اس میں دف بجاؤ۔ (۴۸)

۲۔ امام جعفر صادقؑ سے پہلی حدیث سے ملتی جلتی ایک روایت نقل ہوئی ہے کہ ایک روز حضورؐ بنی زریق کے محلہ کے پاس سے گزر رہے تھے کہ انہیں گانے بجانے کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص کی شادی ہو رہی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس کا دین کامل ہو گیا: اسے کہتے ہیں شرعی نکاح (جسے شور شرابے کے ساتھ انجام دیا جائے) نہ سفاح (یعنی زنا جو چوری چھپے بغیر کسی شور شرابے کے انجام پاتا ہے) اور

اس کے بعد فرمایا: ''نکاح کو کبھی بھی خاموشی اور چپکے سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس میں لذیذ کھانے کی خوشبو اٹھنی چاہیے اور گانے بجانے کی آوازیں بھی سنائی دی جانا چاہئے۔ پھر فرمایا: نکاح اور سفاح (زنا) میں فرق دف بجانے (یعنی شور شرابے) کا ہے۔ (۴۹)

۳۔ ایک اور روایت میں آنحضرتؐ سے نقل ہوا ہے کہ وہ حبشیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو طبل اور ڈھول وغیرہ بجانے میں مصروف تھے۔ رسولؐ کو دیکھتے ہی انہوں نے ہاتھ روک لئے تو آپؐ نے فرمایا: ''جو کام کام کر رہے تھے اسی میں مصروف رہو تا کہ دشمن (مدینہ کے یہودیوں) کو پتا چلے کہ دین اسلام ایک کھلا ہوا اور وسیع دین ہے اور کسی پر زندگی کے دائرہ کو تنگ نہیں کرتا ہے۔ رسولؐ کے الفاظ یہ ہیں:

خذوا یا بني ارفدة فیما کنتم فیه لیعلم الیهود
ان في دیننا فسحة (۵۰)

۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ جب امیرالمومنینؑ اور بی بی فاطمہؑ کی شادی کی رات آئی تو رسول خدا کو دف بجانے کی آواز آئی، آپؐ نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو ام سلمہ نے کہا ''یا رسول اللہ یہ اسماء بنت عمیس ہیں جو فاطمہؑ کو خوش کرنے کے لئے دف بجا رہی ہیں تا کہ انہیں اپنی والدہ کی کمی کا احساس نہ ہو اور انہیں یہ خیال نہ ستائے کہ اب جبکہ

ان کی والدہ حیات نہیں ہیں تو کوئی خوشیاں منانے والا بھی نہیں۔ رسول خدا نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور فرمایا: اے میرے پروردگار! اسماء بنت عمیس کو بھی تو اسی طرح خوشیاں دے جیسے اس نے میری بیٹی کی خوشی کا خیال رکھا ہے، پھر اسماء کو بلوایا اور پوچھا: اے اسماء! تم لوگ دف بجانے کے ساتھ کیا گا رہے ہو؟ اسماء نے جواب دیا ''ہمیں نہیں معلوم کیا گائیں! اے اللہ کے رسولؐ! ہم تو صرف فاطمہؑ کو خوش کرنا چاہتے ہیں'' تو رسولؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن بیہودہ اور فحش کلام سے بچنا'' (۵۱)

۵۔ مرحوم کلینی نے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ''اس مغنیہ کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے جو شادی بیاہ کی محفلوں میں گاتی بجاتی ہو، لیکن اگر مرد بھی ان محفلوں میں حاضر ہوں تو پھر اشکال ہے'' (۵۲)

مندرجہ بالا روایات سے ہمیں درج ذیل نکات سمجھ میں آتے ہیں۔

۱۔ شادی بیاہ میں گانے بجانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

۲۔ بلکہ ان مواقع پر خوشی کے شادیانے بجانا اور اس مقدس رسم کو بھرپور انداز میں منانا رسولؐ کی نظر میں ایک پسندیدہ عمل ہے۔

۳۔ گانے بجانے میں فحش گوئی اور بیہودگی کا اضافہ اس عمل کو ممنوع بنا دیتا ہے۔

۴۔ شادی بیاہ کی محفلوں میں اگر پیشہ ور گانے والی کو بلایا جائے تو اس میں

کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ان محفلوں میں مرد حضرات کو نہیں ہونا چاہیے یعنی صرف خواتین ہی ہوں۔

۵۔ گانا گانے کو پیشہ بنالینا بذات خود معیوب عمل نہیں ہے بلکہ اس پیشہ کے ساتھ دوسرے قبیح اعمال کا انجام دینا اسے برا بنا دیتا ہے۔ لہٰذا اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اس پیشہ کو اپنانا ممنوع نہیں کیونکہ اگر یہ خود ایک ممنوعہ عمل ہوتا تو امامؑ آخری روایت میں خود اسی کی مذمت فرما دیتے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ایک اور روایت میں تو اس طرح وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدینؑ سے سوال کیا کہ مغنیہ کنیز کے خریدنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپؑ نے فرمایا:

"ماعليك لو اشتريتها فذكرتك الجنة" (۵۳)

تم اس کو خریدو گے تو تمہیں وہ جنت کی ہی یاد دلائے گی، اس میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح ایک موقع پر عبداللہ بن جعفر (امام موسیٰ کاظمؑ کے بھائی) نے امام ہفتمؑ سے پوچھا کہ اسلامی عیدوں پر جیسے عید فطر و بقرعید یا کسی خوشی کے موقع پر کیا غناء کا انجام دینا مناسب ہے؟ امامؑ نے جواب میں فرمایا:

"لا بأس به مالم يعص به" (۵۴)

اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اس کے ساتھ کوئی اور معصیت یا گناہ انجام نہ پائے

معاشرہ میں غناء کا مقام

معاشرہ میں غناء کا مقام

یہاں پر ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ معاشرہ میں ثقافتی اور دینی اقدار کے لحاظ سے غناء کا کیا مقام ہے؟ اس کی کیا قدر و قیمت ہے؟

ان سوالوں کے جواب کے لئے ضروری ہے کہ ایک ابتدائی گفتگو کو انجام دے لیں تاکہ جواب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

دین و ثقافت آج کے دور میں کسی کے لئے نامانوس الفاظ نہیں ہیں۔ کوچہ و بازار سے لے کر مسجد و منبر تک اور اسکولوں سے لے کر اعلیٰ تعلیمی اداروں تک ان کا استعمال حد سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ انسان کا ان مفاہیم سے دیرینہ رابطہ ہے۔ یہی وہ دو عنصر ہیں جن کے ذریعہ انسان کی انسانیت قائم ہے۔ اگر اس سے ان دونوں عناصر کو الگ کردیا جائے تو پھر ایک وحشی جانور اور انسان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا ہے۔ ثقافت اور دین دونوں کافی وسیع موضوعات ہیں، یہاں پر ہمیں تفصیل میں نہیں جانا، صرف اتنا بتانا ضروری ہے کہ ہماری نظر میں ان کی کیا تعریفیں ہیں؟

کسی قوم کی اجتماعی زندگی میں رائج آداب ورسوم کو، اُس قوم کی ثقافت یا تہذیب کہتے ہیں اور ثقافت کے تدریجی تکامل کو، تمدن کہا جاتا ہے۔ لہٰذا واضح رہے کہ صرف تاریخی سابقہ رکھنے کو تمدن نہیں کہتے اور نہ ہی اس قوم کو متمدن کہہ سکتے ہیں جو ثقافتی اعتبار سے مسلسل تنزل کا شکار ہو۔

اس کائنات کے لئے کسی خالق کے ہونے پر اعتقاد اور اس عقیدہ سے ہم آہنگ عملی قوانین واصول کو، دین کہتے ہیں۔ انسانی زندگی کو اس کے کمال کا راستہ دکھانا اس پر چلنے کا طریقہ بتانا اور اُس کے تکامل کے لئے عملی طور پر راہ ہموار کرنا، دین کی ذمہ داری ہے۔ اس فریضہ کو انجام دینے کے لئے اس نے زندگی کا ایک نظام، شریعت اور قانون کی صورت میں بیان کیا ہے اور اس قانون کے اجراء کے لئے ذمہ دار افراد کو مقرر کیا ہے۔

دین اور ثقافت کے درمیان ہم آہنگی اور انطباق کا رشتہ ہے، یعنی ثقافتی امور کو دینی تعلیمات اور قوانین کے مطابق ڈھالا جانا ضروری ہے تاکہ معاشرہ اپنے کمال کی طرف بڑھنے کے لئے تیار ہو سکے۔

دین مبارک اسلام ہر قوم کی تہذیب وثقافت کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ یہ تہذیبیں اس انسانی عقل کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں جس کو خداوند عالم نے اپنی سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اسی لئے دین کو بھیجا گیا تاکہ یہ

کاوشیں ایک صحیح نتیجہ تک پہنچ پائیں۔ دین کا کام ہر قوم کی تہذیب وثقافت کو محفوظ رکھتے ہوئے اس میں اللہ تعالی کے بتائے ہوئے قوانین کو اجراء کرنا ہے اور ثقافت کی ذمہ داری ہے کہ ان آسمانی احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اقدار کو اس کے مطابق ڈھالے۔ اسلامی شریعت کسی بھی ایک قوم کی ثقافت سے مختص نہیں بلکہ پوری اقوام عالم اس کو اپنے معاشروں میں جاری کر کے اپنی ہی تہذیب وثقافت کو کمال کی طرف بڑھا سکتی ہیں۔

اب ہم دوبارہ اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور اپنے سوال کو دہراتے ہیں کہ معاشرہ میں ثقافتی اور دینی اعتبار سے غناء کا کیا مقام ہے؟ اور اس کی کیا قدر و قیمت ہے؟

معاشرہ میں کسی بھی چیز کی قدر و قیمت کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ضرورت پر گفتگو کی جائے کہ معاشرہ کس حد تک اس کا محتاج ہے؟

اسلام نے غناء کو ان امور میں قرار نہیں دیا ہے جن کے ترک کر دینے سے معاشرہ انحراف کا شکار ہو جائے، اسلام کی نظر میں اس کا تعلق ان تفریحی امور میں سے ہے جن کے بارے میں مولائے کائنات امام علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"ان هذه القلوب تمل كما تمل الابدان فابتغوا لها

طرائف الحكم"(۵۵)

''یہ دل اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کے لئے لطیف وحکیمانہ سرگرمیاں تلاش کرو۔''

واضح رہے کہ ان سرگرمیوں کے اندر دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک ان کا لطیف ہونا تاکہ روح کی تسکین ہو اور اسے لطافت کا احساس ہو اور دوسری شرط ان کا حکیمانہ ہونا ہے یعنی عقل و دین اس کی تائید کریں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ کام جو لطف اندوزی کا ذریعہ بن سکتا ہو اس کو انجام دیا جائے، چاہے اس سے کسی کی عزت پر حرف آئے یا دینی اقدار پامال ہوں یا کسی کی دل آزاری ہو، اس قسم کے تفریحات قطعاً جائز نہیں ہیں بلکہ انہیں تفریح کا نام دینا بھی غلط ہے۔ رہ گئے وہ کام جو ان شرائط کے ساتھ انجام دیئے جا سکتے ہیں تو اُن میں کوئی حرج نہیں اور انہی میں سے ایک غناء بھی ہے کہ اس کو ان شرائط کے ساتھ انجام دینا جائز ہے۔

معاشرہ کے مختلف طبقہ کے افراد کے لئے مختلف قسم کے تفریحات ہوتے ہیں۔ کچھ تفریحات جوانوں کے لئے ہیں جیسے سنگین ورزشیں، کچھ بوڑھوں کے لئے مناسب ہیں جیسے ہلکی پھلکی ورزش، کچھ لطیفے جوانوں کے لئے تفریح کا سامان فراہم کرتے ہیں اور کچھ لطیفوں سے بزرگ ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں، بعض کھیلوں میں لڑکیاں ہی دلچسپی لیتی ہیں اور یہ کھیل لڑکوں کے لئے

معیوب ہیں اور بعض کھیل لڑکوں کے لئے مناسب ہوتے ہیں اور لڑکیوں کے لئے ان کا کھیلنا معیوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر کام ہر شخص کو زیب نہیں دیتا، ہر کام کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر اس کو اس موقع یا محل سے ہٹ کر انجام دیا جائے تو وہ معیوب اور غلط ہے، جیسے کسی تعزیتی ملاقات میں عزادار کو لطیفے سنانا یا کمرۂ جماعت میں لیکچر کے دوران کھانا پینا یا سونا، یہ سب کچھ قابل مذمت کاموں میں سے ہیں، اگرچہ یہی کام اپنے موقع اور مقام پر قابل ستائش بھی ہوں گے۔ موسیقی اور غناء بھی اس عقلی قانون سے مستثنیٰ نہیں ہیں اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر ان میں مصروف ہو جائے تو نہ دین اس عمل کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی معاشرہ میں اس کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ کہ موسیقی اور غناء، بلکہ ہر وہ تفریحی کام جو کسی اور ضروری اور واجب کام کے ترک کرنے کا سبب نہ بن رہا ہو اور اس کو لطافت کیساتھ اور حکمت کے مطابق انجام دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ شاید اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے انسان کے لئے ضروری ہو کہ معقول حدود میں کچھ وقت اپنی تھکن اُتارنے میں لگائے۔

عرض ناتمام

عرض ناتمام

ہر تخلیقی کام کی طرح یہ مختصر کوشش بھی اپنی نوعیت کی ایک کوشش ہی ہے لہٰذا اس کو حرف آخر سمجھ لینا قطعاً صحیح نہیں ہوگا، اسی لئے محترم صاحبان نظر سے میری استدعا ہے کہ اس میں موجود نقائص اور خامیوں کو وہ مجھ تک ضرور پہنچائیں تا کہ اصلاح کا عمل جو ہر صحت مند معاشرہ کی ایک ضرورت ہے، انجام پاتا رہے۔

یہ مکتوب ہمارے اس کام کا پہلا حصہ ہے جسے ہم نے پچھلے چند برسوں میں انجام دیا ہے۔ اس موضوع سے متعلق دوسرے فرعی موضوعات کو انشاء اللہ اس کے دوسرے ایڈیشن میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ لہٰذا محترم قارئین اس مکتوب کو ناتمام ہی سمجھیں اور اس میں مزید اضافہ کے لئے اپنے قیمتی مشوروں سے مجھ حقیر کو محروم نہ رکھیں۔

حوالہ جات

حوالہ جات

۱۔ الجمعۃ۔ ۲

۲۔ المائدہ۔ ۱۵ و ۱۶

۳۔ ڈاکٹر حسن ابراھیم حسن، تاریخ الاسلام طبع ۱۰،۱۹۸۲ و ۱۹۸۳۔ ۱/۵۴۵۔۵۴۷

۴۔ عمرو بن بحر، الجاحظ، التاج فی اخلاق الملوک، ص ۲۵ و ۲۶ اور المسعودی، مروج الذھب،۱ / ۱۵۱ اور اس کے بعد

۵۔ ایضاً ص۳۱ و ۳۲

۶۔ تاریخ الاسلام، ۲/۴۰۳۔ ۴۱۳

۷۔ الطبری، تاریخ الامم و الملوک، ۱۰/۳۶

۸۔ التاج فی اخلاق الملوک، ص ۳۷۔ ۳۹

۹۔ رسائل اخوان الصفا، ۱/۱۸۸

۱۰۔ الغزالی، احیاء علوم الدین، طبع دار المعرفۃ بیروت، ۲/۲۷۰

۱۱۔ المعجم الذھبی، للتونجی، مادۃ: دوبیت

۱۲۔ الکرکی، جامع المقاصد، ۴/۲۳

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ الامیر الطباطبائی، ریاض المسائل فی تحقیق الاحکام بالدلائل، ج۱ بحث مکاسب محرمۃ، نسخۃ خطی ۱۲۹۲ھ

۱۵۔ محقق سبزواری، کفایۃ الاحکام ص ۸۴و ۸۵ نسخۃ خطی ۱۲۶۹ھ

۱۶۔ فیض کاشانی، المحجة البیضاء، طبع ۲، ۲۲۶/۵ اور
احیاء علوم الدین، کتاب آداب السماع و الوجد، ۲۶۸/۲ـ۳۰۵
۱۷۔ المحدث البحرانی، الحدائق الناظرة، ۱۰۱/۱۸
۱۸۔ الشیخ محمد حسن النجفی، جواهر الکلام ۴۷/۲۲
۱۹۔ احمد نراقی، مستند الشیعة فی احکام الشریعة ۳۴۰/۲ نسخۂ خطی ۱۳۲۶ھ
۲۰۔ شیخ انصاری، المکاسب ص ۳۶
۲۱۔ سید ابو الحسن الموسوی الاصفهانی، وسیلة النجاة،
۳/۲ و ۴، نسخۂ خطی ۱۳۸۵ھ
۲۲۔ شیخ آل کاشف الغطاء، وجیزة الاحکام ص ۴۶
۲۳۔ سید محسن الحکیم، منهاج الصالحین، ۲۱۵/۲
۲۴۔ امام خمینی، تحریر الوسیلة، ۴۹۷/۱ مسأله ۱۳
۲۵۔ آقائے خوئی، منهاج الصالحین، ۷/۲
۲۶۔ ابوالاعلیٰ سبزواری، منهاج الصالحین، ۷/۲
۲۷۔ شیخ زین الدین، کلمة التقویٰ، ۱۷/۴
۲۸۔ سید علی خامنه ای، اجوبة الاستفتاء ات، ۲۲/۲ جواب ۴۷
۲۹۔ سید علی سیستانی، منهاج الصالحین، ۱۰/۲
۳۰۔ حجر، ۹
۳۲۔ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین حج کے موقع پر اس طرح سے تلبیہ کہتے تھے "لبیك لاشریك لك الا شریکاً هو لك تملکه و ماملك" لیکن اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اس کو منع کر دیا گیا۔
۳۳۔ الکافی، ۶، کتاب الاشربة باب النرد و الشطرنج ح ۲

۳۴۔ ایضاً ح ۷
۳۵۔ ایضاً باب الغناء ح ۱
۳۶۔ صدوق، معانی الاخبار ص ۳۴۹
۳۷۔ فرقان، ۷۲
۳۸۔ الکافی، ٦۔ کتاب الاشربة، باب الغناء ح ۱۳
۳۹۔ ایضاً ح ۹
۴۰۔ لقمان، ٦،۷
۴۱۔ الکافی، ٦ کتاب الاشربة باب الغناء ح ۴
۴۲۔ ایضاً ح۵
۴۳۔ ایضاً ح۱٦
۴۴۔ الکافی، ۲ کتاب فضل القرآن باب ترتیل القرآن بالصوت الحسن ح۹
۴۵۔ ایضاً ح۸
۴٦۔ الکافی، کتاب الزیّ و التجمّل ص ۴۳۸ ح ۲ اور تفسیر کنز الدقائق ۱۱/ ۴۰۷
۴۱۔ الحج، ۳۰
۴۷۔ اعراف، ۳۲
۴۸۔ امالی شیخ طوسی طبع نجف ۱۳۲/۲ اور بحار الانوار ۲٦۰/۷۹ح۲ اور المعجم الکبیر، سلیمان بن احمد الطبرانی (ت ۳٦۰ ھ۔ ق) ج ۲۲ ح ۵۲۸
۴۹۔ دعائم الاسلام ج ۲ ص ۲۰۵ ح۷۴۹
۵۰۔ ایضاً ح۷۵۰

۵۱۔ ایضاً ص۲۰۶ ح۲۵۲

۵۲۔ شیخ حر عاملی، الوسائل الشیعة ج ۱۲ ص ۸۵ ح ۳

۵۳۔ ایضاً ج۱۷ ص ۱۲۲ باب۱۶ ح۲

۵۴۔ ایضاً ح۵

۵۵۔ نہج البلاغہ، کلمات قصار ۱۹۵

فہرست مضامین

فہرست مضامین

مصادر تحقیق

مصادر تحقیق

۱۔ القرآن الکریم۔
۲۔ الإستبصار فیما اختلف من الاخبار، ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی (ت۴۶۰ھ ق)
۳۔ الاصول العامة للفقه المقارن، محمد تقی الحکیم۔
۴۔ الامالی، الشیخ الطوسی (۴۶۰ھ ق)
۵۔ الاغانی، ابو الفرج الإصفهانی علی بن الحسین (ت۹۷۶ھ ق)
۶۔ اصول الفقه، شیخ محمد رضا المظفر۔
۷۔ اجوبة الاستفتائات، سید علی خامنه ای۔
۸۔ اصول الاستنباط، سید علی نقی الحیدری (ت۱۹۸۱ عیسوی)۔
۹۔ إحیاء علوم الدین، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (ت۵۰۵ھ ق)۔
۱۰۔ بحار الانوار، محمد باقر المجلسی (۱۱۱۰ھ ق)۔
۱۱۔ البارع فی اللغة، ابو علی القالی (۳۵۶ھ ق)۔
۱۲۔ البرهان فی تفسیر القرآن، السید هاشم بن سلیمان کتانی البحرانی (ت۱۱۰۷ھ)۔
۱۳۔ تاریخ الامم و الملوك، ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (ت۳۱۰ھ ق)
۱۴۔ تاریخ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وهب ابن واضح الکاتب العباسی المعروف بیعقوبی (ت بعد ۲۹۲ھ ق)
۱۵۔ تاریخ الاسلام، حسن ابراهیم حسن۔

۱۔ التاج فی اخلاق الملوک، عمرو بن بحر الجاحظ۔

۱۷۔ التفسیر و المفسرون، محمد حسین ذھبی۔

۱۸۔ التفسیر والمفسرون، الشیخ محمد ھادی معرفت۔

۱۹۔ تحقیق عن مسألة الغناء، الشیخ محمد ھادی معرفت

۲۰۔ تحریر الوسیلة، سید روح اللہ الموسوی الخمینی (۱۴۰۹ھ ق)

۲۱۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن، محمد بن احمد انصاری قرطبی (ت۶۷۱ھ ق)

۲۲۔ تفسیر الصافی، الفیض ا لکاشانی (۱۰۹۱ھ ق)

۲۳ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر الدمشقی (ت۷۷۴ھ ق)

۲۴۔ تفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)، محمد بن عمر الفخر الرازی (۶۰۶ھ ق)

۲۵۔ تفسیر المیزان، علامة محمد حسین الطباطبائی (ت۱۴۰۲ھ ق)

۲۔ تفسیر روض الجِنان و روح الجَنان، ابوالفتوح الرازی (۵۵۲ھ ق)

۲۷۔ تفسیر نورالثقلین، الشیخ جمعة العروسی الحویزی (ت ۱۱۱۲ھ ق)

۲۸۔ تفسیر البیضاوی المسمیٰ انوار التنزیل و اسرار التاویل، قاضی ناصرالدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی (ت۶۹۱ھ ق)۔

۲۹۔ تھذیب الاحکام، الشیخ الطوسی (۴۶۰ھ ق)۔

۳۰۔ التبیان فی تفسیر القرآن، الشیخ الطوسی (ت۴۶۰ھ ق)۔

۳۱۔ تذکرة الفقھاء، العلامة الحلی (ت۷۲۶ھ ق)

۳۲۔ تفسیر کنز الدقائق و بحرالغرائب، الشیخ محمد بن رضا القمی المشھدی۔

۳۳۔ تاج العروس من جواھر القاموس، مرتضیٰ الزبیدی (۱۲۰۵ ھ ق)۔

۳۴۔ جامع المقاصد، علی بن الحسین الکرکی المحقق الثانی (ت ۹۴۰ھ ق)
۳۵۔ جواھر الکلام فی شرح شرایع الاسلام ،الشیخ محمد حسن النجفی (۱۲۶۶ھ ق)
۳۶۔ الحدائق الناظرۃ فی احکام العترۃ الطاھرۃ، الشیخ یوسف البحرانی (ت۱۱۸۶ھ ق)
۳۷۔ حکم الغناء و الموسیقیٰ فی الاسلام، الشیخ عبدالھادی الفضلی
۳۸۔ الدروس الشرعیۃ فی فقہ الإمامیۃ، محمدبن جمال الدین مکی العاملی الشھید الاول (شھادت۷۸۶ھ ق)
۳۹۔ دروس فی علم الاصول،الشھید السید محمد باقر الصدر (شھادت۱۹۸۰عیسوی)
۴۰۔ دعائم الاسلام، القاضی النعمان بن محمد بن منصور المغربی التمیمی (۳۶۳ھ ق)
۴۱۔ الدر المنثور، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (ت۹۱۱ھ ق)
۴۲۔ ریاض المسائل فی تحقیق الاحکام بالدلائل، سید علی طباطبائی (ت۱۲۳۱ھ ق) قلمی نسخہ ۱۲۹۲ھ ق۔
۴۳۔ رجال الشیخ الطوسی، الشیخ الطوسی (ت۴۶۰ھ ق)
۴۴۔ رجال الکشی، محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی (ت ۳۸۵ھ ق)
۴۵۔ رسائل اخوان الصفا و خلان الوفاء۔
۴۶۔ سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجہ (۲۷۳ھ ق)
۴۷۔ السنن الکبریٰ، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیھقی (ت ۴۵۸ھ ق)
۴۸۔ سنن ابی داود، ابو داود السجستانی ازدی (ت ۲۷۵ھ ق)

۴۹۔ شرایع الاسلام فی مسائل الحلال و الحرام، المحقق الحلی (ت۶۷۶ھق)
۵۰۔ شرح نہج البلاغۃ، عزالدین ابو حامد بن ھبۃاللہ بن محمد بن محمد بن الحسین ابن ابی الحدیدالمدائنی (۶۵۶ھ ق)
۵۱۔ صحاح اللغۃ، الجوھری (ت۳۹۳ھ ق)
۵۲۔ صحیح البخاری بحاشیۃ السندی، ابو عبداللہ محمد بن إسماعیل البخاری (ت۲۵۶ھ ق)
۵۳۔ صحیح مسلم بشرح النووی، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری (ت۲۶۱ھ ق)
۵۴۔ الکافی، محمد بن یعقوب الکلینی (۳۲۹ھ ق)
۵۵۔ کفایۃ الاحکام، محمد باقر السبزواری (ت۱۰۹۰ھ ق) قلمی نسخہ ۱۲۶۹ھ ق۔
۵۶۔ کلمۃ التقویٰ، الشیخ زین الدین (ت۱۴۱۹ھ ق)
۵۷۔ کنزالعمال، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی (ت۹۷۵ھ ق)
۵۸۔ الکلیات، ابو البقاء (ت۱۰۴۴ھ ق)
۵۹۔ کفایۃ الاصول، الآخوند الشیخ محمد کاظم الخراسانی (ت ۳۲۹ھ ق)
۶۰۔ القاموس المحیط، فیروز آبادی (۸۱۷ھ ق)
۶۱۔ من لایحضرہ الفقیہ، الشیخ صدوق (ت۳۸۱ھ ق)
۶۲۔ مختلف الشیعۃ، العلامۃ الحلی (۷۲۶ھ ق)
۶۳۔ مسالک الافھام الیٰ تنقیح شرائع الإسلام، زین الدین الجبعی العاملی الشھید الثانی (شھادت۹۶۶ھ ق)

۶۴۔ منية المريد، الشهيد الثانی (شهادت ۹۲۶ھ ق)
۶۵۔ المحجة البيضاء فی تهذيب الاحياء، الفيض الكاشانی (ت۱۰۹۱ھ ق)
۶۶۔ مفتاح الكرامة فی شرح قواعد العلامة، السيد محمد جواد الحسينی العاملی (ت۱۲۲۶ھ ق)
۶۷۔ مستند الشيعة فی احكام الشريعة، المحقق النراقی (ت ۱۲۴۵ھ ق) قلمی نسخه ۱۳۲۶ھ ق۔
۶۸۔ المكاسب، الشيخ الانصاری (ت۱۲۸۱ھ ق)
۶۹۔ منهاج الصالحين، السيد محسن الحكيم (ت ۱۳۹۰ھ ق)
۷۱۔ منهاج الصالحين، السيد السبزواری (ت۱۴۱۴ھ ق)
۷۲۔ معانی الاخبار، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين ابن بابويه القمی المعروف بالصدوق (۳۸۱ھ ق)
۷۳۔ مجمع الفائدة و البرهان فی شرح ارشاد الاذهان، الشيخ احمد المقدس الاردبيلی (ت ۹۹۳ھ ق)
۷۴۔ الملل و النحل، ابی الفتح محمد بن عبد الكريم بن ابی بكر احمد الشهرستانی (۵۴۸ھ ق)
۷۵۔ مجمع البيان فی تفسير القرآن، الشيخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی (ت۵۴۸ھ ق)
۷۶۔ مروج الذهب، علی بن الحسين المسعودی (ت۳۴۶ھ ق)
۷۷۔ مقدمه ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن خلدون (ت۸۰۸ھ ق)
۷۸۔ المعجم الذهبی، التونجی۔
۷۹۔ المعجم الكبير، سليمان بن احمد الطبرانی (۳۶۰ھ ق)

۸۰۔ المقصور و الممدود، ابن القوطیة (ت۳۵۶ھ ق)
۸۱۔ معجم مقاییس اللغة، ابوالحسین احمد بن فارسی بن زکریا (۳۹۵ھ ق)
۸۲۔ المصباح المنیر، احمد بن محمد الفیومی (۷۷۰ھ ق)
۸۳۔ مجمع البحرین، الشیخ فخر الدین الطریحی (ت۱۰۸۵ھ ق)
۸۴۔ محیط المحیط، البستانی (۱۳۰۱ھ ق)
۸۵۔ المعجم الوسیط، ڈاکٹر ابراهیم انیس۔ڈاکٹر عبدالحلیم منتصر۔عطیة الصوالحی۔ محمد خلف الله احمد۔
۸۔ موسوعة المورد، البعلبکی۔
۸۷۔ الموسوعة الموسیقیة، محمد بوذینة۔
۸۸۔ معجم مفردات الفاظ القرآن، راغب اصفهانی (ت۵۰۳ھ ق)
۸۹۔ مبانی روانی موسیقی، استاد علامة محمد تقی جعفری۔(ت ۱۴۲۱ھ ق)
۹۰۔ مبانی فقهی روانی موسیقی از امام المجتهدین شیخ اعظم انصاری، حسین میرزا خانی۔
۹۱۔ منهاج الصالحین، سید علی السیستانی۔
۹۲۔ الموسیقیٰ، سید علی الحسینی۔
۹۳۔ المصطلحات اللغویة، ابوسلیمان الخطابی۔
۹۴۔ نهج البلاغة
۹۵۔ النهایة، ابن الاثیر (۶۰۶ھ ق)
۹۔ الوافی، الفیض الکاشانی (ت۱۰۹۱ھ ق)
۹۷۔ وسیلة النجاة، سید ابوالحسن اصفهانی (ت۱۳۶۵ھ ق)
۹۸۔ وجیزة الاحکام، شیخ آل کاشف الغطاء (ت۱۳۷۳ھ ق)

۹۹۔ وسائل الشیعة، محمدبن الحسن الحر العاملی (۱۱۰۴ھ ق)
۱۰۰۔ لسان العرب، ابن منظور (۷۱۱ھ ق)
۱۰۱۔ الهادی الیٰ لغة العرب، الکرمی۔

......"عقل" کو اگر خداوندِ عالم کے بتائے ہوئے قوانین اور اس کے نمائندوں کی دی ہوئی وضاحتوں کے سایہ میں رہ کر استعمال کیا جائے تو کمال کی طرف بڑھا جا سکتا ہے اور ان سے بال برابر انحراف انسان کو ترقی و تکامل کی شاہراہ سے ہٹانے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ قدم قدم پر دین کی رہنمائی سے استفادہ کرتے رہیں اور ہر مسئلہ میں دینِ مبین اسلام کی رائے کو بنیاد بنا کر عمل کے مرحلہ میں وارد ہوں......۔

ہمارا مقصد موسیقی و گلوکاری کی ترویج نہیں ہے بلکہ ان حقائق کا بیان ہے جس سے کوئی معقول شخص چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ یہ فن ایک ایسے آلہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کو حق و باطل یعنی صحیح و غلط دونوں ہی راستوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے...... اصل چیز وہ ہاتھ اور ان ہاتھوں کے پیچھے وہ دماغ ہیں جو اس فن کو اچھے یا برے مقاصد میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر ان دماغوں میں اطاعت خداوندی مدنظر ہے تو وہ اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں اور اگر خوفِ خدا نہیں ہے تو پھر غلط استعمال اس کا ایک لازمی جزو بن جاتا ہے۔

اقتباس